سلسلہ دائرۂ ادبیہ نمبر ۱۳

مشرقی ترکستان

یعنی

مسر آوریل اسٹن کا سفر ترکستانِ شرقی، مناظرِ وسطِ ایشیا کا دلچسپ مرقع، آثارِ قدیمہ کی تحقیق و انکشاف، باقیاتِ عہدِ عتیقہ پر اجمالی نظر،

مترجمہ

سیّد محمود اعظم فہمی ترمذی

ادبی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر

دائرۂ ادبیہ لکھنؤ نے شایع کیا

قیمت ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اے کہ تیرا نام زینت ہے ہر اک عنوان کی ۔ ہے کہ تیری ذات خالق ہے ہر اک انسان کی
ذکر تیرا روح کو ہے مایۂ صد انبساط ۔ دل کو تیری یاد سے حاصل ہے اک تازہ نشاط

ہر انسان فطرتاً اپنے اسلاف کے کارنامے معلوم کرنے کا آرزومند ہے۔ اُسے ہمیشہ خواہش رہتی ہے کہ اپنے آبا و اجداد کے گذرے ہوے واقعات کا علم حاصل کرے اور اُسکے لیے وہ تمام ممکن ذرایع سے کام لیتا ہے۔ اُس کا یہ فطری ولولہ دو چار دس پانچ پشت تک جاکر ختم نہین ہوجاتا بلکہ وہ اپنی اس حرص کو انتہا تک وسعت دینا چاہتا ہے چنانچہ ہم ہر قوم مین حضرت ابوالبشر کے متعلق نت نئی داستان پاتے جو انسانی خواہش معلومات کی انتہائی معراج ہے۔

لیکن قدیم انسان صحیح معلومات حاصل کرنے کے ذرایع سے بیخبر تھے اسلیئے اُن کے اکثر واقعات پر افسانہ کا رنگ چڑھ گیا جس نے اُنھین تاریخی حیثیت سے گرا دیا۔

اس کمی کو پورا کرنے کے لیے دانشورانِ یورپ نے آثارِ قدیمہ کا محکمہ قائم کیا جس نے نہایت محنت و کوشش سے تفتیشِ حالات اور تلاشِ آثار کی۔ عہدِ عتیق کے کھنڈروں سے پرانی اشیاء، قدیم کتبے اور دیرینہ تحریرین فراہم کین۔ پھر اُن کے ذریعہ سے جو تاریخ مرتب کی گئی ہے اُس کا پایۂ اعتبار درجۂ یقین تک پہونچ گیا ہے۔

ہم ایشیائی ہین، ایشائی قومون کے متعلق اس قسم کی سعی ہمارا فرض تھا جسے یورپ نے بہت اچھی طرح انجام دیا لیکن افسوس ہمارا بڑا حصہ یورپین زبانون سے ناواقفیت کی بدولت ان تحقیقات سے بھی فائدہ نہین اُٹھا سکتا اور اپنی قدیم داستانون کو وحی آسمانی سمجھ رہا ہے۔ اسلیئے مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ حتی الامکان اِن جدید انکشافات سے ملک و قوم کو روشناس کراؤن۔ اس سلسلہ مین مین نے سب سے پہلے ایک فرنچ تصنیف کا فارسی سے اُردو مین ترجمہ کیا جو انجمن ترقی اردو کی بدولت تاریخِ مللِ قدیمۂ مشرق کے نام سے شائع ہوکر اہلِ ملک کی خدمت مین پیش کیا جاچکا ہے تاریخ مذکور مین قریبًا مغربی ایشیا کی کل متمدن اقوام (مثلاً مصری، کلدانی، آشوری یہودی، فنیقی، وغیرہ) کی مفصل تاریخ و مختصر جغرافیہ کے علاوہ ان کے مذہب، صنعت و حرفت، ایجادات، فنونِ لطیفہ اور

علمی کارناموں پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور ہر حصہ کے آخر مین ذرایع معلومات۔ دانشوران یورپ کی محنت و جانکاہی پھر کتبوں اور تحریرون کے پڑھنے مین دشواریان اور آخر کار استقلال کے ساتھ اس حوصلہ فرسا مہم کا طے کیا جانا مشرح طور پر بتایا گیا ہے۔

اسوقت جو مختصر کتاب آپ کے پیش نظر ہے یہ سر اوریل اسٹین کے وسط ایشیا کا سفر نامہ ہے جسے محترم مصنف نے عقایق وسط ایشیا کے نام سے اہل ایشیا کیلئے خود فارسی مین ترجمہ کراکے ہم لوگون پر بے پایان احسان فرمایا ہے۔ آپ حضرات جب مقامات سفر کی دشواریون پر نظر ڈالین گے تو اس اولوالعزم بہادر کے ہمت مردانہ کی داد دیے بغیر رہ نہ سکین گے۔

مجھے اس کتاب کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہین کیونکہ فاضل مصنف نے اپنے دیباچہ مین خود مشرح طور پر بہت کچھ بیان فرمادیا ہے۔ البتہ یہ عرض کردینا میرا اخلاقی فرض ہے کہ صاحب ممدوح کی مشرقیات کے متعلق یہ گہری دلچسپیان ہم باشندگان ایشیا کیلئے بے انتہا ممنونیت کا باعث ہین۔ ہم اپنے مخلصانہ شکریے پیشکش کرتے ہوے یہ امید رکھتے ہین کہ آیندہ بھی صاحب موصوف اپنی بیش بہا مساعی کے نتایج سے

اہل مشرق کو محروم نہ رکھین گے۔

احسان فراموشی ہوگی اگر مین ان حضرات کا شکریہ نہ ادا کرون جنھون نے اس ترجمہ مین ہر قسم کی امداد بہم پہونچائی۔ سب سے پہلے مین اپنے معظم و محترم جناب مولانا محمد حسین صاحب محوی لکھنوی کا تہ دل سے ممنون ہون۔ صاحب موصوف نے مجھے اس ترجمہ کی طرف متوجہ کیا پھر ترجمہ کو اصل سے مقابلہ کر کے ہر طرح ترمیم و اصلاح سے ممنون فرمایا۔ اسکے بعد اپنے عزیز ترین دوست مولوی محبوب علی صاحب ناظم دائرہ ادبیہ لکھنؤ کا شکر گزار ہون جنھون نے اسکی طبع و اشاعت مین نہایت دلچسپی کا اظہار فرمایا اور دائرہ ادبیہ کیطرف سے اس ناچیز ترجمہ کو شایع کیا۔

سید محمود اعظم فہمی ترمذی

۷ رمارچ ۱۹۲۲ء

دیباچہ

وسطِ ایشیا مین اپنے دوسرے سفر کی تحقیقات کے متعلق مین نے رائیل جغرافیکل سوسائٹی لنڈن مین ۱۹۰۹ء مین جو لیکچر دیا تھا یہ چھوٹی سی کتاب اس کا ترجمہ ہے۔ مین یہان بعض اُن اسباب کا بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہون جنھون نے مجھے اس ترجمہ اور اشاعت کی رغبت دلائی۔ جب سے انجمن مذکور کے اخبار مین مجمل طور پر میرے سفر کی تفصیل شایع ہوئی اور اسکے بعد مین نے خود تمام واقعات کو مفصل طور پر دو ضخیم جلدون مین لکھا جن کا نام "رُدانز آف ڈیزرٹ کتائی"[1] ہے اسوقت سے برابر مجھے یہ افسوس رہا کہ ہندوستان، ترکستان، ایران، اور سرحد افغانستان مین میرے بعض دوست جو زبان انگریزی سے نا آشنا ہین وہ میرے سفر کے مقاصد و نتائج معلوم کرنے سے بالکل محروم رہجائین گے

---

[1] یعنی دشت خطا کے کھنڈر۔ یہ کتاب سَر اورِیل آسٹن کی تصنیف ہو جسے میکملن کمپنی نے لندن مین طبع کرایا ہے ۱۲

حالانکہ انھون نے میرے کامون مین نہایت دلچسپی کے ساتھ حصّہ لیا اور انھین کی دوستانہ امداد تھی کہ مین اپنے تیسرے سفر (سنہ ۱۹۱۳ء سے سنہ ۱۹۱۶ء تک) مین بھی جدید انکشافات کے متعلق کامیاب ہوا۔ اسکے علاوہ اور حضرات کو بھی آیندہ سفر کے متعلق متوجہ کرنا مقصود تھا جو میرے پیش نظر ہے اور غالبًا بہت اہم ہوگا۔ لہذا اسکے رفع[اھ] اور اسکے حصول[۵۲] کے لئے مین نے مناسب سمجھا کہ کچھ نہ کچھ میرے حالات سفر اور اسکے نتائج فارسی مین ترجمہ ہو جائین خصوصًا یہ امر میری دلی مسرت کا باعث ہوگا کہ مختصر طور پر میرے سفر اور وسط ایشیا کے انکشافات کی تشریح اور بعض اشیائے قدیمہ کا ذکر جنھین مین نے حاصل کیا ہے ایرانی زبان مین لکھا جائے۔ کیونکہ میری تحقیقات کے مطابق محقق اور مدلل ہوچکا ہے کہ ایجاد تاریخ کی ابتدا سے تمام ایشیا کی عقل و تہذیب و صنعت کا بزرگترین مرکز ایران رہا ہے۔ بیابان ہاے وسط ایشیا کے کھنڈردن سے مین نے جو اشیاے قدیمہ حاصل کئے وہ اس بات کی سب سے بہتر دلیل ہین کہ قدیم ایران کے علوم و فنون بہت اعلیٰ مرتبہ پر ممالک

[اھ] یعنی ناآشنایان زبان انگریزی کی محرومی رفع کرنے کیلئے ۱۲

[۵۲] یعنی دیگر حضرات کی حصولِ توجہ کیلئے ۱۲

چین مین شایع و نفاذ پذیر ہو چکے ہین۔ اگر ایران کے دانش پرور حسیات موید نہوتے تو ہندوستان کا فلسفہ اور یونان کی صنعت اقصاے مشرق مین کبھی جلوہ گر نہو سکتی۔ لازمی طور پر مجھے یہ بھی کہدینا چاہیئے کہ ایرانِ قدیم (جو ایک مدت سے اپنی طرف سب مجھے متوجہ کئے ہوے ہے) ایرانِ جدید سے بہت بڑا اور وسیع تھا۔ اُس زمانہ مین اسکے حدود مشرق کی طرف اطرافِ کوہستان ہندوکش و دریاے سندھ تک اور شمال کی طرف سر دریا یعنی نہر سیحون تک پھیلے ہوے تھے۔ چنانچہ ان ممالک مین ایران کی شیرین زبان اب تک مہر منور کی طرح رونق افروز ہے شمالی ہندوستان کے نواح مین بھی (اُن مقتدر شہنشاہون کی ہردلعزیزی کی وجہ سے جو وسط ایشیا سے آکر ایرانی علوم کا مرکز اور تہذیب و تمدن سے متصف تھے) ایرانی زبان آج تک علمی زبان گنی جاتی ہے۔ اسلئے یہ مسلم ہے کہ بہت وسیع و بسیط ممالک مین اس کتاب کے طالب پیدا ہو سکین گے۔ لیکن میری یہ آرزو ہے کہ ہر جگہ سے زیادہ مملکت افغانستان، بلخ بدخشان، اور کوہستان ہندوکش کے نواح مین مقبول ہو (جو صدیون تک ایرانی، ہندوستانی اور یونانی تہذیب کے پرتو

سے منور رہے ہین۔

اگرچہ یہ ممالک ہمیشہ ارباب تاریخ کی توجہ کا مرکز رہے ہین لیکن ان مین آثار عتیقہ کے انکشافات کے لئے آج تک پوری کوشش نہین کی گئی۔ مجھے حسرت ہے کہ اگر قسمت مدد کرے تو ان فرحت بخش ممالک کو جلد سے جلد دیکھون جنھین دیکھنے کی ابتدائے جوانی سے آرزو ہے۔

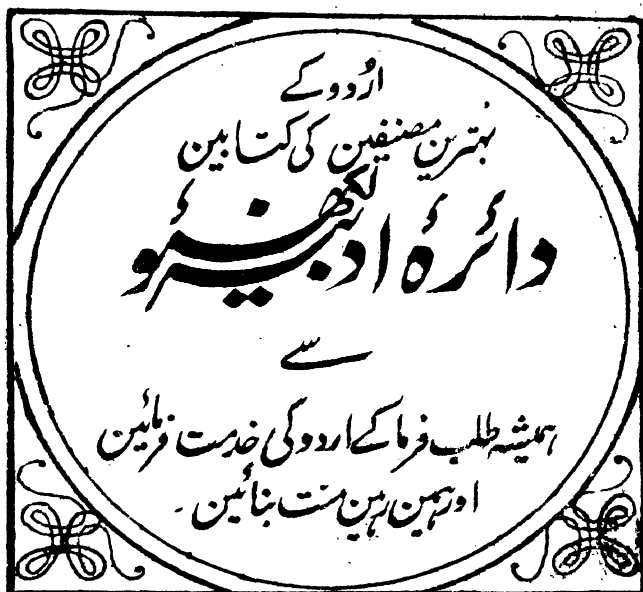
اب میرے ذمہ آخری فرض یہ ہے کہ اپنے دوستانہ شکریے تین اصحاب کو پیشکش کرون۔ پہلے جناب آقا محمد ابراہیم ایراتی جنھون نے سلیس عبارت لکھنے مین حتی الامکان بہت کوشش کی۔ دوسرے جناب مولوی ظفر حسن صاحب جنھون نے علم جغرافیہ و آثار عتیقہ کے اصطلاحات کی توضیح و تشریح مین امداد دوستانہ کے علاوہ اس کتاب کی طبع و اشاعت مین بھی سعی بلیغ کی ہے تیسرے حضرت مستطاب اجل عالی آقائے سردار گل محمد خان سفیر دولت علیہ خداداد افغانستان متعینہ ہندوستان جنھون نے کمال شفقت سے اپنا وقت عزیز صرف کرکے طباعت سے قبل اس کتاب کو ملاحظہ کیا اور عبارات و کلمات غیر مروجہ کی اصلاح فرماکر

مجھے مدت العمر کے لئے رہینِ احسان بنا لیا۔

اوریل آسٹن

۷ مارچ سنہ ۱۹۲۱ ع

مطابق ۲۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۹ ھ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سنہ ۱۹۰۱ء (مطابق سنہ ۱۳۱۹ ہجری) مین چینی ترکستان کے سفر سے
واپس آکر مجھے ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اگر فرصت ملے تو دوبارہ انھین
ممالک مین مثل سابق آثار قدیمہ کی تحقیقات کرون۔ کیونکہ مجھے
قوی امید تھی کہ اُن جنگلون کے کھنڈرون سے بعض پرانی چیزین
اوریادگارین حاصل ہوسکتی ہین جن سے ظاہر ہوگا کہ قدیم زمانہ
مین ہندوستانی، چینی، اوریونانی تہذیب دریاے تارم کے
اُن مرغزارون مین موجود تھی۔ جس کا میری خوش قسمتی سے میرے
پہلے ہی سفر کے دوران تحقیقات مین کسی قدر اندازہ ہوچکا تھا۔
لیکن مجھے پہلے سفر مین تحقیق و تدقیق کا جو موقع ہاتھ آگیا تھا۔
دوسرے سفر کے لئے فرصت نہ پائی۔ یہان تک کہ سنہ ۱۹۰۴ء (مطابق
سنہ ۱۳۲۲ ہجری) مین مین نے حکومت ہند کی خدمت مین ایک تفصیلی
عرضداشت اس مضمون کی بھیجی کہ میرے دوسرے سفر کے لئے مجھے
امداد بہم پہنچائی جائے تاکہ مین دوبارہ بیابان تکلما کان کے کھنڈرون

مین پہونچکر وہان سے مشرق کیطرف لون لیور وسدّ اسکندر تک پہونچ جاؤن۔ چونکہ جناب لارڈ کرزن (وایسرلیے) کو اس فن سے بہت زیادہ اُنس تھا اسلیئے ان کی توجہ اور اُن دوستون کی مدد سے جو یہ جانتے تھے کہ یہ انکشافات علم تاریخ کی ترقی اور ہندوستان کے آثار قدیمہ کے لئے مفید ہونگے۔ ۱۹۰۵ء (مطابق ۱۳۲۳ھ ہجری) مین میری درخواست حکومت ہندوستان نے منظور کرلی مین نے بہت کوشش کی کہ اسی سال روانہ ہوجاؤن۔ لیکن ممکن نہ ہوسکا آخرکار ماہ اپریل ۱۹۰۶ء (مطابق ۱۳۲۴ھ ہجری) مین کشمیر سے روانہ ہوا۔ حالانکہ ۶ ماہ تک دو ضخیم کتابون موسوم بہ ختن قدیم کی تیاری کا کام کرچکا تھا۔

اس مرتبہ چینی ترکستان جانے کے لئے مین نے دوسری راہ انتخاب کی جو صرف طالبان علم جغرافیہ کیلئے بہتر تھی اور اس زمانہ مین کوئی یوروپین اس راہ سے گزر نہ سکتا تھا۔ مین نے ارادہ کیا کہ پشاور و سرحد ہندوستان سے یاغستان، سوات، دیر مین گزرکر چترال ہوتا ہوا بروغیل کی مرتفع زمین کو عبور کرکے وادی جیحون اور یا میر افغانستان مین پہونچ جاؤن۔

اعلیحضرت امیر عبدالرحمن خان امیر افغانستان کی طرف سے بھی اجازت ملگئی کہ ملک افغانستان کے ایک حصہ کی سیاحت

کرلون (جسے کوئی یوروپین سرحد بندی یا میر کے وقت سے نہ دیکھ سکا تھا) اعلیحضرت امیر افغانستان کی یہ عنایت نہایت شکرگزاری کا باعث ہوئی۔ مجھے اتنے جلد اجازت ملجانے کی امید نہ تھی۔ اب فقط یہ مشکل باقی رہ گئی کہ درۂ لواری جو ۱۰۲۰۰ فیٹ بلند اور برف مین پنہان ہے اُسسے مع سامان عبور کرنا ممکن ہے یا نہین۔ بہر حال ۲۸ اپریل ۱۹۰۶ئہ (مطابق ۱۳۲۳ہجری) کو قلعہ چقدرہ سوات سے روانہ ہوا۔ یہ قلعہ بہت مشہور ہے، کیونکہ قبائل آنولا کی شورش کے زمانہ مین یہان بڑی بڑی لڑائیان ہوئی ہین۔ اس سفر مین میرے ساتھ میرے دو مددگار بھی تھے۔ ایک شخص رائے رام سنگھ نامی تھا جو بہت عقلمند اور پہلے سفر مین بھی میرے ہمراہ رہ چکا تھا دوسرا ہمراہی نایک رام سنگھ تھا۔ جو فوج مین محاسب اور نایک کا عہدہ رکھتا تھا۔ مصوری (نقشہ کشی وغیرہ مین اسکی امداد بہت مفید ثابت ہوئی۔ ان کے علاوہ ایک اردلی محمد جو دیار قندی نامی تھا اس پیر مرد کی وفاداری کے متعلق صرف یہ بیان کردینا کافی ہے کہ اس نے ہم سے ملنے کیلئے فوق العادت بہادری کے ساتھ خطرناک اور برفستانی درون کو عبور کیا اگرچہ اس راہ مین برف کے ایک ٹکڑہ نے پہاڑ سے لڑھک کر اس کے چھ ہمراہیون کو ہلاک کردیا

لیکن خدا کا شکر ہے کہ یہ محفوظ رہا اور ہم سے ملگیا۔ ایک ہندوستانی مسلمان باورچی بھی ساتھ تھا۔ رائے صاحب کے ہمراہ بھی جسونت سنگھ نامی پستہ قد اور مضبوط ملازم تھا۔ پہلے سفر مین رائے صاحب کا کھانا یہی پکاتا تھا۔ ہندوستانی نوکرون مین اس کی طرح قابل اعتماد اور مہذب آدمی مین نے نہین دیکھا۔ غرض یہ کہ اس سفر کا صرف یہ مقصد نہ تھا کہ ہم دور و دراز ملکون مین پہونچ جائین بلکہ قدیم حالات کی آگاہی حاصل کرنا لازمی تھا اسلئے مین نے یہ مناسب سمجھا کہ مین پہلے سرحد کی اُن وادیون مین جاؤن جہان سے دو ہزار برس پہلے سکندر کی فوج گزری تھی۔ وہان بودھ کے زمانہ کے کھنڈر قابل ملاحظہ تھے نیز دیر کی راہ مین رہنے والی قومون کے نسب و اصلیت کی تحقیق بھی نہایت دلچسپ تھی۔

مختصر یہ کہ ماہ مئی کی تیسری تاریخ ہم درہ لوارہ کے متصل پہونچے اور اسوقت معلوم ہوا کہ اس درہ کی جو کیفیت ہم نے سنی تھی وہ مبالغہ سے خالی تھی۔ آفتاب نکلنے سے پہلے اُن برفستانی تنگنائونکو ہم نے سلامتی کے ساتھ عبور کر لیا اور بعجلت نہر چترال کی عمیق وادی کی راہ سے قلعۂ دروش مین پہونچ گئے۔ دوسرے دن تیزی کے ساتھ نہر کے کنارے کنارے بڑے بڑے پتھرون پر سے

گزرتے ہوے دارالسلطنت چترال مین پہونچے جو کوہستان کے دامن مین ایک چھوٹا سا سبزہ زار ہے۔ چند روزہ قیام کے زمانہ مین وہان کے باشندون کے نسل کی تحقیق کا خوب موقع مل گیا۔ قوم دارد کا ایک بڑا حصہ چترال مین موجود ہے۔ اس نسل کی قدامت ارباب تاریخ و مورخین علم انساب کی خاص توجہ کا باعث ہو گئی ہے۔

نسل و نسب کی تحقیق کے سلسلہ مین جن لوگون کو مین نے دیکھا وہ زیادہ تر کوہستان ہندوکش کے فارسی بولنے والے باشندے اور اہل کافرستان تھے۔

اسکے بعد مین نے چند ضروری کامون کی وجہ سے مجبوراً دریاے جیحون اور بام دنیا (پامیر) کی طرف سفر کیا۔ باوجودیکہ ہم دریاے یارخون اور مستوج کے درمیان بعجلت سفر کر رہے تھے پھر بھی جو صحیح اطلاعین مجھے پہونچین ان کے مطابق دوران راہ مین مین نے بودھ کے ابتدائی زمانہ کے بعض صاف شدہ پتھر اور اسلام سے قبل کے قلعے دیکھے اور سمجھ لیا کہ ان دو چینی مورخون کی اطلاعین جو وسط ایشیا کی تاریخ و جغرافیہ مین رہنما تھین صحیح ہین۔ اس سے پہلے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ۷۴۹ء (مطابق ۱۳۲ ہجری) مین ایک چینی فوج جس نے کاشغر و پامیر سے آکر تمام ملک یاسین و گلگت مقبوضہ

اہل تبت کو تاخت و تاراج کیا تھا وہ اُسی راہ سے گزری ہوگی جو بردغیل و دارکوت کے دردن کے مابین واقع ہے۔ مجھے بہت شوق تھا کہ جس راہ سے اس فوج نے سفر کیا ہے مین اس راہ کے علامات معلوم کرون۔ کیونکہ تاریخ سے یہ پتہ نہین چلتا کہ کوئی فوج اس قدر انتظام و سامان کے ساتھ پامیر و ہندوکش کے دشوارگزار پہاڑون سے گزری ہوگی۔ اس ارادہ کی وجہ سے ہم لوگ درہ دارکوت کی طرف روانہ ہوے جو ۱۵۴۰۰ فیٹ بلند ہے۔ چونکہ تمام راہ یخ اور برف سے پُر تھی اسلئے نو گھنٹہ کی محنت و مشقت کے بعد ہم درہ کے اوپر پہونچے۔ کسی کو یہ گمان نہ تھا کہ ہم درہ کے اوپر پہونچ جائینگے یہان تک کہ ہمارے رہنما بھی جو مستیج و داخن کے لوگ تھے یہی کہتے تھے کہ جاڑون کے زمانہ مین اس درہ کے اوپر جانا ناممکن ہے تھوڑی دیر تک اُسے دیکھنے اور تحقیقات کرنے کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ اس راہ اور درہ کے متعلق کاہن چی کی تمام اطلاعین صحیح ہین۔ جس وقت مین نے اس برف سے ڈھکی ہوئی چوٹی پر کھڑے ہوکر دادی یاسین کی طرف نظر کی جو وہان سے ۶۰۰۰ فیٹ نشیب مین تھی تو مجھے بہت افسوس ہوا کہ یہان اُس بہادر جنرل کورین کی کوئی یادگار نہین بنائی گئی جس نے ہزارون

سپاہیون کے ساتھ اس دشوار گزار کوہستان کو عبور کیا تھا
مختصر یہ کہ ہم ۱۹ مئی کو کوہستان ہند وکش سے گزر گئے جسکے
سب سے نیچے پہاڑ کا نام بردغیل ہے۔ اور جو ۱۲۴۰۰ فیٹ بلند
ہے۔ چونکہ اُس سال معمول سے زیادہ برفباری ہوئی تھی اسلئے
تمام راہ برف سے پُر اور اسقدر دشوار گزار تھی کہ اگر افغانستان
سے ہمین مدد نہ پہونچتی تو ہم اپنے سامان اور باربرداری کو اس
درہ سے نہ لیجا سکتے۔ اسوقت میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی
جب مین نے یہ دیکھا کہ بن منبع دریائے جیحون کے قریب ہوں وہ دلکش سرزمین
کہ آغاز جوانی مے جسکے دیکھنے کی حسرت تھی لیکن اور فرنگیون
کی طرح اب تک یہ آرزو پوری نہو سکی تھی۔ آگے سرحد چین و پامیر
تک سفر کے لئے تمام سامان و ضروریات بحکم اعلیحضرت امیر
افغانستان امیر عبد الرحمن خان ہمین تیار ملا نیز اعلیحضرت نے کرنل
شیرین دل خان کو بھی سرحد پر ہمارے انتظام کیلئے بھیجدیا تھا
جو افواج بدخشان وغیرہ کے سپہ سالار تھے۔ جب ہم وہان پہونچے
تو صاحب موصوف ہم سے نہایت مہربانی کے ساتھ ملے۔ بخدا
کرنل شیرین دل خان کا وجود اسوقت ہمارے لئے ایک بڑی
نعمت تھا ہم نے انکی صحبت کو غنیمت سمجھ کر عزم سفر اقامت سے

بدل دیا۔ یہ بہادر اور جنگجو انسان نہایت خطرناک زمانہ مین امیر عبدالرحمن خان کے جلوس کے قبل و بعد سخت لڑائیان لڑ چکا ہے۔ انھون نے بدخشان اور بخارا کے آثار قدیمہ کے متعلق ہمین صرف مفید اطلاعین ہی بہم نہ پہونچائین بلکہ بذات خود ایک بہت دلچسپ تاریخ کا مجسمہ تھے۔ سب سے زیادہ مزیدار اُن کا بیان تھا کہ انھون نے آغاز جوانی مین امن قائم کرنے کے لیے باشندگان وسط ایشیا کی رسم کے مطابق باغیون کے سرون سے کئی مینار بنائے ہین۔

الغرض علی الصباح ۳ بجے کرنل صاحب سے رخصت ہو کر روانہ ہوا اور صاحب موصوف نے اس خیال سے یہین قیام کیا کہ کہین مزدور ہمارا سامان پھینک کر آدھی راہ سے بھاگ نہ جائین۔ حقیقتاً اگر مزدورون کو کرنل صاحب کا خوف نہوتا تو وہ ہمارا اسباب ہرگز نہ اُٹھاتے۔

جیحون کے کنارے کی راہ بہت تکلیف دہ تھی کیونکہ بارش مین دریا کے طغیانی کی وجہ سے راہ بند ہو جاتی ہے اور گرمیون مین بھی برف کے نیچے دکھائی نہین دیتی۔ اس کوہستان مین ہمارے بدخشانی ٹٹوون کی جست و خیز بہت حیرت انگیز تھی۔

صرف افغانی سپاہیون کی مدد و رہنمائی کی وجہ سے ہمارا سامان دریا مین گرنے سے محفوظ رہا۔ ہم ایک دن کرنمیز مین رہے۔ اگرچہ بہت سخت سردی تھی پھر بھی ہم نے نہر پامیر اور اس مقام کی سیر کی جہان پانی کی دو شاخین ہوکر سبزہ زار سے آتی ہین۔ ایک شاخ مرغاب و نہر مدکور کی طرف چلی جاتی ہے اور دوسری نہر پنجہ کیطرف ۲۷ مئی کو ہم درۂ وخجیر کے دامن مین پہونچگئے جو ۱۴۲۰۰ فیٹ بلند ہے۔ لارڈ کرزن لکھتے ہین کہ دریاے جیحون کا منبع یہین ہے اور میرے خیال مین بھی یہ صحیح ہے۔ اس درے اور سرحد افغانستان و چین سے جس روز ہم گزرے ہین اس دن ہم نے جو محنت و تکلیف اُٹھائی وہ تحریر مین نہین آسکتی وخجیر کا راستہ برف سے پُر تھا۔ صبح کے وقت اگرچہ ہوا بہت ٹھنڈی تھی لیکن برف کی سطح اس قدر نرم تھی کہ اس پر سے سوار ہوکر گزرنا ممکن نہ تھا۔ سخت کوشش اور جد وجہد کے بعد ہم آخرکار چین کی سرحد پر پہونچے اور ایک ایسے گانون مین جہان جلانیکی لکڑیان مل سکتی تھین ٹھہر گئے۔

دوسرے روز صرف یہی ہوا کہ ہم پامیر و تغدمباش سے گزرکر اس بہت قدیم راہ پر پہونچ گئے۔ جس سے کہوین سانگ چینی

۱۳۴۲ھ (مطابق ۱۹۲۴ء) مین ہندوستان کے طویل سفر کے بعد پلٹا تھا۔ اس جگہ ایک قلعہ کے کھنڈرون کا ملبہ نظر آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک چین کے بادشاہ کی لڑکی اس قلعہ مین قید کی گئی تھی۔ کوہ کزکرغن (یعنی شاہزادی کا برج) کے اوپر جو برج اور فصیل مین نے دیکھی وہ دریاے تغدمباش سے ۵۰۰ فیٹ بلند ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعہ ہیون سانگ چینی کے زمانہ مین ویران ہو چکا تھا۔ ان وادیون کی ہوا اس قدر خشک ہے کہ پرانی دیوارین جو صرف اینٹون کی بنی ہوئی ہین اب بھی نظر آجاتی ہین۔

تسکرغام سے کاشغر تک ایکسو اننی میل کی مسافت ہم نے ۶ روز مین طے کی اگرچہ برف کے پگھل جانے اور سیلاب کیوجہ سے بہت دشواریان پیش آئین۔ ۸ جون کو ساٹھ میل سواری پر سفر کرنے کے بعد رات کے وقت کاشغر پہونچ گئے۔ جس وقت ہم وہان پہونچے ہین گرد وغبار کا ایک طوفان برپا تھا۔ میرے پرانے دوست جناب مکارٹنی صاحب سفیر اعلیحضرت بادشاہ انگلستان مقیم کاشغر نے نہایت محبت و مہربانی کے ساتھ میری پذیرائی کی۔ مین دو ہفتہ تک انکے ساتھ رہا اگرچہ کامون کی

زیادتی کی وجہ سے صبح سے شام تک مشغول رہتا تھا پھر بھی یہ زمانہ بہت اچھا گزرا۔ مکارٹنی صاحب نے علاوہ اسکے کہ میرے سفر کے لئے حکومت چین سے اطمینان حاصل کیا ایک بہت قابل محرر سے بھی میرا تعارف کرادیا۔ یہ شخص چیانگ سو یہ نامی اور چین کا باشندہ تھا۔ اس چینی عالم کی خدمات میرے مقاصد کیلئے نہایت ضروری تھیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میری خوش قسمتی تھی جو ایسے شخص سے ملاقات ہوگئی۔ کیونکہ جب تک میں چینی زبان سے کچھ کچھ آشنا نہ ہوگیا اسوقت تک زمانہ سفر میں میرا منشی میرا معلم، اور تحقیقات میں میرا یار ومددگار رہا۔ اسکی دلچسپ صحبت اُس محنت وتنہائی کے زمانہ میں میرے لئے بڑی نعمت تھی۔ یہ نستہ قد۔ لاغر اندام، اور سفر کی محنت ومشقت سے بالکل بے پروا تھا۔ قدیم لوگوں کے حالات معلوم کرنے کی دلچسپی کے علاوہ یہ میرا باوفا رفیق انتہا درجہ کا مردم شناس اور ظریف تھا اسکی جدائی کے وقت سے اب تک ہمیشہ مجھے یہ آرزو رہی ہے کہ دوبارہ اُسکے دیدار سے فائدہ اٹھاؤں۔

غرض ۲۳ جون کو ختن سے کاشغر کا قصد کیا۔ یارقند میں قافلہ کی تکمیل (مزدور وبار برداری وغیرہ) کیلئے چند روز

قیام کرکے کوہستان کونلون کی طرف روانہ ہوا جو کاکیا رکے قریب اسکی مشرقی سمت مین واقع ہے - دہان بھی دو ہفتہ تک بہت زیادہ کام کیا - تحریری کام کے علاوہ اہل یورپ کے لئے باشندگان پخپو کے حالات و نسل کی تحقیقات مین مصروف رہا - جبن غیر معروف راہ سے آخر جولائی مین کوہ پامیر ہوکر ختن جانے کا اتفاق ہوا اسکی تشریح بیکار اور یہان لکھنا غیر ضروری ہے -

پہلے سفر کے پانچ سال بعد پھر ان فرحت بخش سبزہ زار و ںمین آنے کا اتفاق ہوا - مین نے نہایت مسرت کے ساتھ فوراً حکام چین سے ملاقات کرکے ترک دوستون کے ذریعہ سے اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے تحقیقات شروع کی - صرف چار ہفتہ کی مدت مین سلسلہ کوہستان کونلون کا معائنہ ضروری تھا جو ختن سے جنوب مین واقع ہے تاکہ سنہ ۱۹۱۰ء (مطابق سنہ ۱۳۲۸ھ) کی تحقیقات مین اضافہ ہو جائے نیز اُن برف کے تمارون کے تفصیلی حالات لکھون جہان سے نہر یورنکاش نکلی ہے - اولوغا تدوان کی بالائی راہ اور درہ برخبیک سے (جسے سنہ ۱۹۰۰ء مطابق سنہ ۱۳۱۸ ہجری مین مین نے دریافت کیا تھا) آگے جاکر تقریباً نصف ماہ اگست کو وادی نسا مین پہونچ گیا - اور بہت جلد ان بڑے بڑے

برف زارون کا نقشہ کھینچنے مین مشغول ہوگیا جو کوہ کونلون اور اس چھوٹے سلسلہ کے مشرق مین واقع ہین ۔ وہان ہمین ان بڑے بڑے پتھرون کو دیکھ کر بہت حیرت ہوئی جو سردی کی شدت سے ٹوٹ گئے تھے ۔ جس جگہ سے ہم اوپر جا رہے تھے وہ ۱۴۰۰۰ فیٹ سے زیادہ بلند تھی اور تمام ٹوٹے ہوے پتھر اسطرح ڈھیر اور جمع تھے کہ گویا پرانے زمانہ کی دیوون نے وہان انکا خرمن بنایا ہے اور چھوٹے چھوٹے پتھر پہاڑ کے دامن سے برف زارون کی سطح پر کئی میل تک ایسے معلوم ہوتے تھے گویا ایک دریا تھا اور اب اسمین حجریت پیدا ہو گئی ہے ۔ اُن برف زارون کی برف بہت تیزی سے گھل رہی تھی اور اس عمیق وادی کا سیلاب ہمارے لئے بہت تکلیف دہ بلکہ خطرناک تھا ۔ کاش ہماری یہ تکلیف انھین قدرتی موانع تک منحصر رہتی اور دوسرے اسباب کا ہمین اطمینان ہوتا لیکن افسوس کہ اسکے علاوہ خصوصًا اجناس خوراک و باربرداری وغیرہ کی طرف سے بھی ہمین بہت تشویش تھی ۔ اس تمام کوہستان مین ہمارا مایۂ امید فقط ایک چھوٹا سا گانون تھا ۔ جس کی مردم شماری دوسو آدمیون سے بھی کم تھی اور وہان کے باشندے ختن کے شہر بدر کیے ہوے مجرم تھے جو اس برفستان ہی مین ہماری ہمراہی

سے نہین ڈرتے تھے بلکہ انھین اس کا بھی خوف تھا کہ کہین ہم
اُن سے وہ غیر معروف راستہ بتانے کا کام نہ لین جو کہ کوہستان
کونلون کے درمیان مین واقع ہے اور تقریبًا ۷۰ سال قبل حاجی
حبیب اللہ خان رئیس ختن کے زمانۂ حکومت مین اسی راہ سے
لداخ تک آمد و رفت تھی اور اب اس کا کوئی نشان نہین ملتا
حسن اتفاق سے چند ایسے اسباب فراہم ہوگئے کہ ہم وادی پشیہ
کے نیچے کی طرف روانہ ہوئے - وہان خصوصًا دریاے یورنکاش
کے جنوبی کوہستان مین بہت مفید باتین معلوم ہوئین اور یقین
ہوگیا کہ یورنکاش کے منبع تک پہونچنے کیلئے مشرق کیطرف سے چلنا چاہئے
خلاصہ یہ کہ ۱۹ ستمبر کو ختن سے واپس آکر ہم نے سفر کے اہتمام
اور اُن چیزون کے لحاظ مین جنھین اور لوگ ڈھونڈھکر لائے تھے چند روز
بسر کئے اسکے بعد شمالی و مشرقی بیابان کیطرف چلے اس جنگل مین
راوک استوپا کے اسطرف ویران مکانونکے آثار اور کھنڈر دیکھ کر
معلوم ہوا کہ کسی زمانہ مین یہان آبادی تھی جب اس وسیع بیابان مین جو شمالی
ہنگویہ کے کنارے اور طالی کے نام سے موسوم ہے تلاش کی تو شکستہ
کوزے اور ٹوٹی ہوئی اینٹین بہت کثرت سے ملین جن سے ظاہر
ہوا کہ پہلے یہ ریگستان کئی میل تک آباد تھا اور صدیون سے

ویران ہوکر برباد پڑا ہے۔ بعض چند گچ کے تختے زمین کے نیچے سے ہاتھ آئے جو کسی زمانہ مین زینت کیلئے بتخانہ کی دیوار مین نصب تھے اور غالبًا پانچوین یا چھٹی صدی مسیحی کے ہونگے۔

جو چیزین یہان حاصل کین وہ بہت دلچسپ تھین کیونکہ اُن سے یہ معلوم ہوا کہ اگرچہ تاتی کی طرح یہ مقامات ہوا اور انسان کی دستبرد سے تباہ ہو گئے ہین لیکن اب بھی زمین کے نیچے پرانی چیزین باقی ہین جو انسانون کی شرارت اور تیز ہواؤن کے اثر سے بچ گئی ہین۔ دوسری چیز سنہرے آلات کی کثرت تھی اور یہ میرے اُس قول کی تائید تھی جو مین نے کئی سال پہلے ورق طلا کی حقیقت مین بیان کیا تھا کہ ختن کی خاک چھاننے سے تو سکان کا پار تحفت حاصل ہو سکتا ہے۔ ہنگو یہ تاتی سے آگے چل کر ہم چند کھنڈر ریگے ایک چھوٹے سے مجموعہ مین پہونچے یہ کھنڈر مین ان قدیم عمارتون کی تباہی کا پتہ بتا رہے تھے جو ریگستان اور مزروعہ زمین کے درمیانی جنگل مین واقع تھین ایک دہاتی نے خدا ایک کے کھنڈرون سے چند نوشتے ڈھونڈھے تھے مین نے وہان تک لیجانے کیلئے اسے انعام دینے کا وعدہ کیا۔ جب مین وہان پہونچا تو بہت نا امید ہوا کیونکہ سوا شکستہ تختون کے اور کوئی چیز اس ریگستان مین نظر نہ آئی

لیکن تھوڑی سی تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں بودہ کے زمانہ کا بتخانہ تھا اور بہت سے نوشتے ہمارے ہاتھ لگے - اگرچہ اور آدمیون نے خزانہ کی تلاش مین بہت کاوش کی لیکن سوا ے اُن چیزون کے جو زائرین وہان چھوڑ گئے تھے اور کچھ حاصل نہوا۔ ان کے علاوہ ہم نے چینی، سنسکرت، اور تبتی زبان کے اوراق پائے - بعض اوراق اور تختے ایسے بھی ہاتھ آئے جو نامعلوم ختنی زبان مین لکھے ہوے تھے - ان نوشتون کی عبارتیںا زیادہ تر بودھ کی مذہبی کتابون کی نقل تھین۔ زیادہ منقش پیچ کے تختے ایسے بھی دیکھے جو زینت کیلئے بتخانہ کی دیوارون پر نصب کیئے گئے تھے - دوسرے بتخانہ مین چند ایسے چینی سکے جو زائرین وہان چھوڑ گئے تھے ملجانے سے معلوم ہوا کہ یہ کھنڈر آٹھوین صدی مسیحی کے ہونگے - یہان دس دن طلوع آفتاب سے غروب تک باوجود شدت گرمی اور گرد وغبار کے ہم نے مع عملہ بتخانہ اور اسکے متعلقہ مکانات صاف کرنے مین پوری محنت سے کام لیا۔

کریا اس ریگستان مین سب سے اچھا سبزہ زار اور چیارجان سے تقریبًا ۲۰ میل مشرقی سمت مین واقع ہے - اس ملک کے

اونٹ بہت مشہور ہین۔ ہم نے آزمایش اور رفتار کا خوب اندازہ کرنے کے بعد سات اونٹ خریدے جو ہماری باربرداری کا اچھا ذریعہ ثابت ہوئے۔ قافلہ کا تمام سامان وذخیرہ ان سات اونٹون اور باربرداری کے چار ٹٹون پر لادا جاتا تھا۔ لیکن بعض موقعہ پر اشیائے قدیمہ مزدورون کا سامان اور پانی وغیرہ ڈھونے کے لئے زیادہ باربرداری کرایہ پر بھی لینے کی ضرورت پیش آئی۔ اس قسم کے سفرون مین اکثر اوقات سامان خورد ونوش اور باربرداری بالکل غیر ممکن ہو جاتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے ان سات اونٹون نے جنھین مین نے کریا سے خریدا تھا بہت اچھا کام دیا۔ سفر کی سختیون مین بہت پربار اور دو سال کی مسافت کے بعد بھی اس قدر مضبوط تازہ تھے کہ ہندوستان کی واپسی سے پہلے جب مین نے انھین فروخت کیا تو اصلی قیمت کے مقابلہ مین ڈیڑھ سو روپیہ سے زیادہ فائدہ ہوا اگرچہ یہ فائدہ میرے لئے نہ تھا بلکہ حکومت ہندوستان کے لئے تھا۔

۱۴ر اکتوبر کو نیا پہونچے جو یہان کا آخری اور چھوٹا سا سبزہ زار مشرق کی طرف واقع ہے وہان تیسری صدی عیسوی کے متعلق

تھے۔ مین بعجلت اُن کھنڈرون مین پہونچکر تحقیقات و تلاش مین مصروف ہوگیا جہان سے پانچ سال پہلے اہم چیزین حاصل کرچکا تھا۔ مصمم ارادہ تھا کہ اس سفر مین اتنے ہی مزدور ساتھ لون کہ جنکے لئے کافی پانی ہم پہونچا سکون۔ چونکہ ہمارا پرانا داروغہ ابراہیم بیگ وہان کافی رسوخ رکھتا تھا اسلئے ہمنے صرف ایک روزہ قیام مین ۵۰ مزدور، ضرورت سے زیادہ اونٹ، اور اس قدر سامان خورد و نوش جو چار ہفتے کیلئے کافی ہوسکے جمع کرلیا۔ ہم تین دن تک دریائے نیا کے کنارے سرسبز جنگل مین چلتے رہے۔ ہم نے جو آخری آباد قریہ دیکھا وہ حضرت امام جعفر صادق کا مزار تھا۔ اور وہین دریاے نیا کا پانی زمین مین جذب ہوجاتا تھا۔ دو نون راہ طے کرنے کے بعد اُن ریتیلے ٹیلون تک پہونچ گئے جو اس اجاڑ گانون کے وسط مین واقع ہین اثنائے راہ مین بعض ایسے کھنڈرن اور خشک میوے والے درختون کے کنارے سے گزرا جنھین مین نے پہلے سفر مین نہ دیکھا تھا۔ دوسرے دن ان کھنڈرون کے شمالی جانب اس مقام سے دو میل کے فاصلہ پر زمین کھودنا شروع کی جہان سنہ ۱۹۰۱ء (مطابق سنہ ۱۳۱۹ھ) مین تفتیش کی تھی اور وہ لحاظ و نتائج

حاصل کئے۔ پہلے سفر مین ریت کے تودون کی وجہ سے ان کھنڈرون کو نہ دیکھ سکا تھا جو غالبًا دریا کے منتہا پر واقع ہین اور کسی زمانہ مین یہ دریا سے نیا کے پانی مین ڈوبے ہوے تھے۔ پہلے پہل ہمنے ایک جگہ کھودا تو معلوم ہوا کہ یہ سکونتی مقام رہا تھا اور جب ۴ فیٹ ریت الگ کی تو مکان کی سطح دکھائی دی اور زبان خروشی مین لکھے ہوے بہت سے تختے مغربی کمرہ سے ہاتھ لگے جب پہلا تختہ نکلا تو مین نے اسکے لئے انعام دیا پھر برابر دوسرے تختے بھی ظاہر ہونے لگے۔ یہ پرانے نوشتے ہندی زبان مین لکھے ہوے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھین کسی امیر آدمی نے بیکار کاغذ دان مین پھینک دیا ہے۔ بعض مستطیل تختے تھیلیون مین تھے جو بطور لفافہ کے استعمال ہوتی تھین اور بعض دوسری شکلون کے تھے لیکن سب رسمی و نیم رسمی حساب کتاب مین استعمال ہوئے تھے۔ بہت سے اسی طرح اپنی حالت پر بندھے ہوے تھے اور بعض پر مہرین بھی تھین۔

بعض دوسری قسم کا سامان بھی ملا مثلاً ٹوٹی ہوئی چوکی جسپر بودھ اور یونانیون کے وضع کی نقاشی تھی۔ بننے کے آلات جوتے کے فرمے، چوہے پکڑنے کا جال، کھانا کھانے کے بڑی بڑی

برتن، چونکہ مین پہلے سے کافی تجربہ حاصل کر چکا تھا اسلئے ان چیزون مین سے جو ہاتھ لگتی تھی اُسے فوراً پہچان لیتا تھا اور سمجھ جاتا تھا کہ یہ کیا ہے۔

اسکے بعد مین اُس کھنڈر مین گیا جو ہمارے خیمہ گاہ سے قریب تھا۔ ہوا اور ریت کی عنایت سے صرف چار دیواری کا نشان نظر آتا تھا۔ پہلے پہل اُس جگہ تفتیش شروع کی جو بظاہر طویلہ یا نوکرون کا مکان معلوم ہوئی تھی پہلے معلوم ہوا کہ یہان سوائے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے اور کچھ نہین ہے لیکن جب قریباً ۸ فیٹ تک ملبہ صاف کیا تو ایک لکڑی کا چھوٹا سا آلہ ملا جو غالباً مٹی ہٹانے کے کام مین لایا جاتا تھا۔ اس کوڑے کرکٹ مین بعض عجیب چیزین بھی دیکھنے مین آئین شال ریشمی، سوتی، اور اونی کپڑے لوہے اور ہڈیون کی مہرین۔ آہنی کڑیان لگے ہوئے چمڑے۔ لکڑی کی قلمین، لاکھ کے برتنون کے ٹکڑے، لکڑی کے آلات، سب سے بہتر بارہ عدد تختے ہاتھ لگے جن پر نہایت سلیقہ کے ساتھ چینی خط مین لکھا ہوا تھا اور بعد کو معلوم ہوا کہ یہ تختے اور ہڈیون کے ہمراہ اس مکان کے معزز باشندون کو پیش کئے گئے ہین۔ وہان کے جنوبی کھنڈرون کی مفصل تحقیقات بہت

طول دن ہے اور ہم لکھنے سے مجبور ہین۔ ان مکانات سے بھی بہت تختے حاصل کیے جو خطوط یا زبان خروشی مین حساب کا دفتر تھے اور نقش و نگار کیے ہوے تختے اور خانہ داری کا سامان بھی ملا۔ ان مکانون کے قریب چار دیواری سے گھرے ہوے باغون اور اسفیدار کے تختون کی علامتین نظر آتی تھین۔ بعض درختون کی علامتین نظر آتی تھین۔ بعض درختون کے تنے جو ریت کے ٹیلون کے نیچے دب کر بچ گئے تھے وہ بارہ فیٹ تک بلند تھے۔ اور جو مکان یہان محفوظ رہ گئے تھے وہ وضع مین ترکستان کی موجودہ عمارتون سے بہت مشابہ تھے۔ سبے درخت کے بیابان اور اُن کا نظارہ بہت فرحت بخش تھا۔ یہ وسیع ریگستان بالکل دریا کے مانند ہے صرف یہ فرق ہے کہ درختون کے تنے اور کھڑی لکڑیان مکانون کے وجود کا پتہ دیتی ہین۔ اگرچہ پشمردون کی یہ مفید زحمت مفصل نہین لکھ سکتا ہون پھر بھی بعض پرانے نوشتے جنھین مین نے ڈھونڈھ نکالا ان کا ذکر لازمی ہے۔ جس وقت اُن کھنڈرون کے مغرب کی طرف مین نے ایک بڑے مکان کی تفتیش کی اور وہان سے منقش لکڑیان میرے ہاتھ آئین تو مین نے سمجھ لیا کہ اس مکان کا مالک کوئی متمول

آدمی ہوگا اور جب دوسرے کمرہ سے چند لکھے ہوے تختے پائے جن مین سے ایک تختہ تین فیٹ بلند تھا تو ظاہر ہوا کہ صاحب خانہ کوئی ذی رتبہ شخص تھا۔ پھر اور چیزین ڈھونڈھنے کے لئے دوسرے کمرہ مین گیا جو غالباً اس شخص کا دفتر تھا اور جسوقت پہلی کدالی ماری تو نوشتون کا ایک بستہ برآمد ہوا جس مین سو کپڑون سے زیادہ تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ نوشتے یہان مجتمع ہوکر ریت کے نیچے محفوظ رہ گئے ہین اور دفتر کے متعلق ہین۔ اُسوقت جبکہ ہم زمین کھودنے اور تفتیش کرنے مین مشغول تھے رستم نامی ایک آدمی نے۔ جو دیانتدار اور زمین کھودنے مین تجربہ کار تھا ایک عجیب انکشاف کیا۔ جسوقت مین نے اُسکی طرف نظر کی تو دیکھا کہ اس نے دیوار کے ایک سوراخ مین ہاتھ ڈال کر ایک سالم تختہ باہر نکالا اور اس سے پہلے کہ مین اس سے کوئی سوال کرون اُس نے پھر ایک مستطیل تختہ جو ابھی تک اسی طرح لفافہ مین بند اور سربمہر تھا نکال لیا۔ جب ہم نے اس سوراخ کو کشادہ کیا تو اس قسم کی تحریرون کا ایک خزانہ ملا۔ اس دفتر خانہ کے تجسس سے میری مسرت بڑھتی جاتی تھی۔ یہ نوشتے گویا سندین اور معاہدے تھے جو اکثر بندھے ہوے اور سربمہر برآمد ہوئے اور ظاہر ہوا کہ یہ اس مقام پر

احتیاطاً کے ساتھ رکھے گئے ہین تاکہ ضرورت کے وقت کام آئین۔
ان مکانون کی جنوبی سمت بہت تاریک بلکہ تکلیف دہ تھی۔ مین
جن کھنڈرون مین تفتیش کرنا چاہتا تھا ان کا زیادہ حصہ ریت کے
ایسے تودون کے نیچے دب گیا تھا جن کی بلندی چالیس پچاس گز
تھی اور ان پر اُگے سبز و خشک درخت بھی موجود تھے۔ تھوڑی دیر
کے بعد سمت شمال مین کچھ فضاے نورانی نظر آئی اور رہ مین کچھ آرام
ملا۔ اس طرف کے مکان بہت چھوٹے تھے لیکن دلچسپ چیزین حاصل
ہوئین۔ اُن کھنڈرون سے ۰۰ گز کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا چہار
گوشہ میدان واقع ہے جس مین توت کے خشک درخت اب تک موجود
ہین۔ بعضون کے تنے دس بارہ فیٹ تک بلند ہین۔ کسی زمانہ
مین اُن درختون کا سایہ ایک حوض پر پڑتا تھا جس کا نشان اب
بھی باقی ہے۔ جس نہر کے ذریعہ سے دریا کا پانی ان درختون تک
پہونچایا جاتا تھا اگرچہ اب وہ مٹ گئی ہے لیکن اسکی تلاش چندان
مشکل نہین کیونکہ ریت کے ٹیلے کے عقب مین ۹۰ فیٹ لمبا ایک پل
جس پر سے انسان پیدل گزر سکتا ہے ایک خشک نہر پر قایم ہے اور
وہ ستون جن سے وہ پل بندھا ہوا تھا اب تک کھڑے ہین ہم اُس
خشک نہر کے کنارے شمال و مغرب کی طرف دو میل تک چلے گئے

اگرچہ بعض جگہ وہ ریت کے نیچے پوشیدہ ہو کر نظر سے غائب ہو جاتی تھی لیکن فوراً ہی جنگل مین اور ریت کے تودون کے بیچ مین دکھائی دینے لگتی تھی۔ اس سرزمین مین ہرطرف خشکی کے آثار نظر آتے تھے۔

اگرچہ اس چارسو میل کی مسافت کے دوران مین جسے مین نے بیابان مین طے کیا چرچان کے قریب نیا سے چارخلیک تک کئی مرتبہ تفتیش و تحقیقات کے موقع ہاتھ آئے لیکن ان کی تفصیل مین یہان نہین کرسکتا۔

جب مین نے سبزہ زار چارخلیک سے لون پور کے کھنڈرون کی طرف روانگی کا ارادہ کیا جنھین سنہ ۱۹۰۱ئ (مطابق سنہ ۱۳۱۹ ہجری) مین ڈاکٹر ہڈن نے معلوم کیا تھا تو اس سفر کے ضروریات مہیا کرنے مین بہت دقت پیش آئی۔ کیونکہ زمین کھودنے کیلئے ۵۰ نفر مزدور پانچ ہفتہ کی خوراک کا کافی سامان، اور اسکی باربرداری کے لئے بہت زیادہ اونٹ، نیز اس قدر تعداد مین پانی یا برف جو سات دن روانگی اور سات دن واپسی اور مدت قیام مین تمام قافلہ کیلئے کافی ہو ساتھ رکھنا لازمی تھا۔ یہ تمام سامان صرف دو تین دن کے عرصہ مین فراہم ہو جانا چاہیئے تھا۔ جب مین نے دیکھا کہ سیر سے پاس کل ۱۲۱ اونٹ ہین اور ان مین سیر سے وہ اونٹ بھی شامل ہین جنھین مین نے چرچان سے کرایہ پر لیا تھا تو مجھے یہ فراہمی اور بھی دشوار

نظر آئی۔ حسن اتفاق سے دو نفر ابدالی شکاری جو ڈاکٹر ہڈن کی خدمت
مین رہ چکے تھے۔ اور دوسرون کے بہ نسبت اس قسم کے سفر کے خطرون
سے بیخوف تھے مجھے مل گئے۔ اگرچہ خورد و نوش کے سرمایہ کا لحاظ کرتے
ہوئے اپنی منزل مقصود دشمالی بیابان لوپنور) کیطرف عجلت ضروری
تھی لیکن مین نے آزمایش کے طور پر میران و چار خلیک کے درمیان
کھنڈر اور ابدال کی کچھ تحقیقات کی اور جو چیزین مین نے یہان سے
ڈھونڈھ نکالین انھون نے مجھے پھر یہان واپسی کا شوق دلایا۔
۱۱ دسمبر ۱۹۰۶ء (مطابق ۱۳۲۴ھ) کو دریاے تارم سے جو اب تک
منجمد نہ تھا گزر کر اپنے قافلہ کو ابدال سے آگے بڑھایا۔ ایک روز
لوپنور کے مشرقی سمت مین خوش قسمتی سے مجھے ایک منجمد نالا بل گیا
اور جتنے اونٹ مل سکے ان سب پر مین نے برف بار کر لی ان کے
علاوہ تقریبًا ۳۰ گدھے بھی برف سے لاد کے روانہ کر دیئے تاکہ ہمین
نصف راہ مین مل جائین۔ ہماری یہ راہ غالبًا اس راہ کے قریب ہی
تھی جسے ڈاکٹر ہڈن نے واپسی کے وقت اختیار کیا تھا اس راہ مین قطب نما
اور کھنڈرون کی اُن علامات کے سوا جنھین ڈاکٹر ہڈن نے اپنی تصنیفین
بہت اچھی طرح ظاہر کیا تھا کوئی علامت نہ تھی اور راہبر بھی نہ تھا یہانتک
کہ لوپ کے شکاری بھی اُس راہ سے نہ گزرے تھے۔ ہم ۱۵ دسمبر کو

اسفیدار اور گز کے درختوں سے گزر کر جو اس وادی کی انتہا میں واقع ہین ایک ایسے موضع مین پہونچے جو سخت ہواؤن کے اثر سے ویران ہو گیا تھا (جیسا کہ لوپنور کے شمالی حصہ کا خاصہ ہے) چونکہ تیز ہواؤن کی وجہ سے ریت کے ٹیلے نشیبی حالت مین تھے (اور ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہان ہوا شمال و مشرق سے جنوب کی طرف چلتی ہے) اسلئے ہمارے اونٹون کے پاؤن کو بہت تکلیف پہونچی جسکی وجہ سے ان کی نعلبندی ضروری تھی۔ اگرچہ طلوع آفتاب سے ایکرات تک ہم سفر کرتے رہے لیکن ۲۰ میل سے زیادہ ایک دن مین نہین بڑھ سکے۔ ایسا معلوم ہوا کہ اس نواح مین پہلے ایک بڑا دریا تھا اور جس قدر آگے چلے اُتنے ہی زیادہ پتھر کے آلات وسامان ملے۔ مثلاً سنگ چقماق کے تیر اور نا ہموار برتن وغیرہ اور معلوم ہوا کہ یہ سامان عہد حجری[^1] سے تعلق رکھتا ہے۔ اب کچھ شک نہ رہا کہ تاریخی زمانہ سے پہلے یہان انسان آباد تھے۔ اسوقت شمال و مشرق سے بہت سرد ہوا چل رہی تھی۔ آدھی رات کے وقت ہوا کے تیزی کی وجہ سے ہمارا خیمہ گرتے گرتے بچ گیا۔ تقریباً تمام مدت اقامت مین ہم اس ہوا کی وجہ سے تکلیف اٹھاتے رہے۔

---

[^1]: عہد حجری اس زمانہ کو کہتے ہین جب انسان اپنی ضروریات کا تمام سامان صرف پتھر کا بناتی تھی۔

خصوصاً آخری چند ہفتوں میں جبکہ درجہ حرارت صفر[1] سے بھی نیچے اتر گیا تھا۔ خوش قسمتی سے درختوں کے پتے آگ جلانے کیلئے بہت سے پتے مل گئے ورنہ اہل قافلہ کو سردی سے بہت تکلیفیں پہونچتیں۔

اُسوقت بجھے حد درجہ کی مسرت ہوئی جب ۱۰ دسمبر کو پہلا ٹیلہ جو اس مقام کی علامت ہے مجھے نظر آیا۔ رات کے پہلے حصہ میں بتخانہ کے کھنڈروں تک پہونچکر ہم نے خیمہ لگائے۔ اس عجیب سرزمین میں یہ بتخانہ قدیم کھنڈروں کے قریب علامتِ سرحد کیطرح واقع ہے گیارہ روز تک متواتر وہاں تفتیش کی چونکہ ہمارے ساتھ مزدور زیادہ تھے اسلئے تمام ملبہ صاف کر ڈالا اور مفید نتیجے حاصل کیے یہاں بھی نیا کے مکانوں کیطرح گچ اور لکڑی کے مکانات بنائے گئے تھے جنھیں تیز ہواؤں کیوجہ سے نقصان پہونچا ہے یہانتک کہ مشرقی اور مغربی دیواریں جو مٹی سے مضبوط بنی ہوئی تھیں بالکل مٹ گئی ہیں لیکن شمالی وجنوبی سمت کی دیواریں اب تک نظر آتی ہیں اس سے یہ ظاہر ہے کہ یہاں ہوا ہمیشہ مشرق کی طرف سے چلتی ہے۔ حسن اتفاق سے کئی جگہ پرانی چیزیں باقی رہگئی تھیں اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے نیچے (جو اس مقام کے وسط سے سو فیٹ

---

[1] یعنی حالت انجماد سے بھی زیادہ سردی تھی۔

لمبا تھا اور غالبًا پہلے قلعہ ہوگا) ہمین اُن کا ایک خزانہ ملا۔ باوجودیکہ وہ چھوٹا محل اور بہت کم مکانات باقی رہ گئے تھے پھر بھی کاغذ اور لکھی ہوئی تختیان جو اکثر چینی زبان اور ملکی کاروبار کے متعلق تھین ہمارے ہاتھ لگین۔ زبان خروشتی مین لکھے ہوئے بہت تختون سے معلوم ہوا کہ لونپور مین بھی نیا کیطرح ہندوستان کی وہی پُرانی زبان رواج پذیر تھی اور ملکی و کاروباری امور مین استعمال کیجاتی تھی عمدہ منقش لکڑیان، صنعتی اشیاء، دہات کی مہرین، اور دوسری چیزین بھی زیادہ ملین ان چیزون سے ظاہر ہوا کہ بودھ اور یونان کی صنعت و حرفت جس کا کسی زمانہ مین پشاور، کابل، بلخ، اور نیا مین رواج تھا وہ لونپور مین بھی موجود تھی۔ جو چیزین کہ مین نے نیا مین پائی تھین وہ ان چیزون سے اس قدر مشابہ تھین کہ گویا یہ مقام بھی نیا کی طرح تیسری صدی مسیحی کے آخر مین ویران ہوا ہے۔ ہماری تحقیقات کے نتائج سے یہ اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ ان کھنڈرون کے بڑے بڑے مکانات چین کی فوجون کے لئے مخصوص تھے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فوجین اُس بڑی شاہراہ کی حفاظت کے لئے مامور تھین جو تنگھانگ مغرب کیطرف کو نسوا اور دریائے تارم کے سبزہ زارون کی طرف گئی ہے۔ قدیم چینی نوشتون سے یہ بھی مجھے معلوم ہوا کہ

وہ راہ ایک سو برس سال قبل مسیح تک اس بیابان مین جاری تھی
اور چین کے تجارتی و سیاسی مقاصد کی توسیع کے سبب طبقۂ ہن
کے زمانۂ سلطنت کے آخر تک اسیطرح باقی تھی ۔

اگرچہ متعدد دلیلین تھین کہ اس مغربی سمت کے قریہ کی اہمیت
تجارت کے سبب سے تھی زراعت کی وجہ سے نہ تھی لیکن خشکی کے
باعث وہان اس قدر حیرت انگیز طبیعی تغیرات ہو گئے ہین کہ شرق کیطرف
ایکسو پچاس میل تک پینے کے قابل پانی نہین ملتا ۔

جب مین نے التمش بلک کے چشمون پر بعض اونٹون کو پانی
لانے کے لئے بھیجا تو وہ پانی اس قدر کھاری تھا کہ پندرہ دن کی
تشنگی کے باوجود اونٹ قصداً اُسے نہ پی سکے اور اگرچہ شدید سردی
تھی لیکن کھاری ہونے کی وجہ سے وہ پانی جما نہ تھا ۔ مین شمالی
سمت کے چشمون مین پانی ڈھونڈھنے سے نا امید ہو گیا برف کا
ذخیرہ بہت ہی کم رہ گیا تھا قافلہ کے بعض لوگ بیمار بھی ہو گئے اور
معلوم ہوا کہ یہ سردی ان کو بہت سخت تکلیف پہونچا رہی ہے اسلیئے
بہت اچھا ہوا کہ ان گھنڈرون مین ہمارا کام ۲۹ ر دسمبر ۱۹۰۶ء
(مطابق ۱۳۲۴ھ) کو پورا ہو گیا ۔ زیادہ تر اپنے خیمہ اور اشیاے
قدیمہ جو کچھ حاصل کی تھین انھین ابدال بھیجدیا اور مین خود چند

لوگون کے ہمراہ اس جنگل مین سے جسے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا۔
شمال و مغرب کیطرف روانہ ہوا۔ اگرچہ یہ راہ تکلیف دہ تھی لیکن دلچسپ
بھی تھی۔ سات دن کے بعد سلامتی کے ساتھ تارم کے منجمد تالاب پر
وارد ہوا۔ اُس سے آگے جانا ممکن نہ تھا کیونکہ ریت کے ٹیلے بلند اور
لوبنور کی راہ سے زیادہ دشوار گزار تھے۔ چونکہ اس راہ مین درخت
بھی نہ ملے اسلئے سردی کی وجہ سے ہمین بہت تکلیف پہونچی کیونکہ ہوا
حالت انجماد سے بھی ۴۸ درجہ زیادہ سرد تھی اسکے بعد میران کے
کھنڈرون کی تحقیقات کے لئے چارخلیک کی طرف روانہ ہوا میران
بالکل ویران جگہ ہے اور ریت کے ان ٹیلون کے قریب واقع ہے جو
کوہستان سے لوبنور تک چلے گئے ہین تین ہفتہ تک مین وہان کام
کرتا رہا اور اس عرصہ مین ٹھنڈی ہوا اُن نے جو تکلیف پہونچائی وہ
کبھی نہ بھولے گی لیکن اس تمام محنت کے بعد نتائج بھی بہت عمدہ
حاصل ہوئے۔ جسوقت مین نے پہلے پہل قلعہ کے کھنڈرون مین کھودنا
شروع کیا ہے اسی وقت کامیابی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

اس قلعہ کے کمرون مین (جو پہلے آٹھوین صدی سے نوین صدی
مسیحی تک تبت کی فوجون کی چھاونی تھا) مٹی بہت زیادہ تھی۔ ۱۰ فٹ
تک کوڑا ہٹانے کے بعد ایک ہزار تختے اور کاغذ لکھے ہوئے برآمد ہو

اُن مین زیادہ ترمبتی زبان مین تھے اور بعض کی زبان کوک ترکی یعنی قدیم ترکی زبان کے مشابہ تھی۔ دوسرا سامان مثلاً ٹوٹے ہوئے برتن پہننے کے کپڑے، اور اسلحے وغیرہ بھی بہت ملے۔ وہان کی کثافت سے ظاہر ہوتا تھا کہ تبت کی فوج کس نکبت اور ادبار کے ساتھ اس سرحدی چھاؤنی مین زندگی بسر کرتی تھی۔

یہ مسلم ہے کہ یہ قلعہ اُس بڑی شاہراہ کی حفاظت کے لئے یہان بنایا گیا تھا جو تارم کے جنوبی سبزہ زار سے تونہانگ تک جاتی ہے بتخانہ بودھ کے چند کھنڈر جو قلعہ کے قریب واقع تھے انکی تفتیش کرکے بہت پرانی اور عمدہ چیزین حاصل کین۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تبتیون کے قلعہ بنانے سے چار سو سال قبل یہ بتخانے ویران ہو گئے تھے۔ ان مین سے ایک بتخانہ مین گچ کا بت بڑا تختہ سا جیپر لیریشہ کی شکل نقش تھی۔ بعض ٹوٹی ہوئی دیوارین یونانی وضع پر کھُدی ہوئی دیکھنے مین آئین ظاہر ہے کہ پرانے زمانہ مین یونانی صنعت یہان موجود تھی۔ بالائی ستونون کی نقاشی سے جو بودھ مذہب کی عبادت در وایات ہین یہ اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ صنعت نقاشی مین بھی ہنر حجازی کی طرح ہندوستانی خیالات و موضوعات کو نہایت ذہانت کے ساتھ یونانی تصویرون کا لباس پہنا کر جلوہ گر کیا گیا ہے اور بیشک یہ یونانی و بودھ فنونِ لطیفہ پر

خاص احسان عظیم ہے۔ لیکن ہوائی اختلافات کی وجہ سے اس زمانہ کی صنعت کا کوئی اثر خود ہندوستان مین نظر نہین آتا۔ دیوار کے حصہ زیرین کی نقاشی بھی بہت دلچسپ تھی وہان بالدار اور مہیب فرشتون کا نصف جسم بہت مہارت کے ساتھ بنایا گیا تھا۔ نہین سب سے زیادہ نادر لونڈی غلامون کی تصویرون کا دائرہ تھا جو عیش وعشرت کی زندگی کا تمام ضروری سامان لیے ہوے پھولون کے جھرمٹ مین موجود تھین جن کا وجود ایسے بیابان مین جو چٹیل میدان کیطرح خشک ہے اعجاز ہندوین سے کم نہین خروشتی زبان کے نوشتہ جات جو مین نے ڈھونڈھے تھے ان سے ظاہر ہوا کہ یہ بتخانہ تقریبًا تیسری صدی مسیحی سے ویران و برباد پڑا ہے۔

غرضکہ میران سے ابدال کی طرف گیا ہرچند کہ وہان نیچے چھوٹے چھوٹے تھے اور مین اُس سامان کے باندھنے اور رکھنے مین مصروف تھا جسے مین نے چار مہینون مین حاصل کیا تھا پھر بھی میران کی تکلیفون کے بعد ابدال کا یہ ایک ہفتہ کا قیام بہت راحت بخش تھا۔ مین نے ایک بڑا قافلہ دو ترک ملازمون کی ہمراہی مین جو سفر کے سختیون کیوجہ سے ہمارا ساتھ نہین دے سکتے تھے کاشغر روانہ کیا کہ یہ لوگ وہان جاکر سب چیزین مکارٹنی صاحب کے سپرد کرین اور خود مین نے ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء (مطابق ۴ محرم ۱۳۲۵ھ) کو اس ترتیب کے ساتھ ایک لمبے

سفر کا ارادہ کیا کہ لونپور کے ٹیلون سے سیدھا تو نہانگ کیطرف جو کنسو کی مغربی سرحد پر واقع ہے جاکر وہان سے دارالسلطنت چین کے قریب پہونچ جاؤن۔ یہ وہی راہ ہے جسے مارکو پولو نے طے کیا ہے اور مارکو پولو سے چھ سو برس قبل ہیون سانگ بھی ہندوستان کے طویل سفر کے بعد وہ مذہب کی یادگارین اور مقدس کتابین لیکر اسی راہ سے چین کی طرف پلٹا تھا۔

ولادت مسیح سے ۲۰۰ سال قبل یعنی اُسوقت سے جبکہ حکومت چین نے اراضی دریائے تارم پر اپنا سیاسی اثر و اقتدار قائم کیا تھا اور اسکے مدتون بعد تک یہ بیابان باوجودیکہ جو تین سو پچاس میل طولانی ہے کاروانون اور قافلون کی گزرگاہ بنا رہا اگر کبھی متروک ہوا تو اسکا باعث مغربی سمت مین حکومت چین کی قوت کا انحطاط تھا یا ہمسایہ ممالک سے قطع تعلق ہو جانے پر تجارتی تعلقات منقطع ہو گئے تھے اور سرحدات کی حفاظت ضروری تھی۔ لیکن ۲۵ سال سے پھر یہ شاہراہ کھولدی گئی ہے۔ چونکہ اس راہ مین پینے کے قابل پانی نہین ملتا اس لئے جاڑے کے موسم مین برف ہمراہ لیکر اس راستہ سے سفر کرنا ممکن ہے۔

ہم نے سترہ دن مین اس راہ کو طے کیا اور اس عرصے مین جغرافی معلومات کے لئے کافی فرصت ملی لیکن اُس کی اور کوئی تفصیل یہان

نہین لکھ سکتے صرف یہ کہ دریاے سولوہو کی اراضی سے گزر کر اس جگہ پہونچا جو سبزہ زار تونہونگ سے پانچ منزل دور ہے - پہلے چھاؤنی کے کھنڈر پھر اسکے بعد اس دیوار کا نشان ملا جو اس سے ملجاتی ہے -
حسن اتفاق سے چھاؤنی کے ایک برج کے قریب جب مین نے تھوڑی سی زمین کھودی تو بعض قدیم چیزین مع چند تختون کے جو چینی زبان مین لکھے ہوے تھے نکلین اور اثناے راہ مین بھی آثار قدیمہ کو دیکھکر یقین ہو گیا کہ یہ کھنڈر رسم قدیم کے مطابق استحکام سرحد کیلئے بنائے گئے تھے - اور دشت مین سرحد کانسو کی بڑی دیوار کے مشابہ ہین -
مین نے تونہانگ مین چند روز توقف کیا جیسے ہی اہل قافلہ اور جانور زحمت سفر سے کسی قدر آسودہ ہوئے پھر دوبارہ اسی سرد بیابان مین سرحدی دیوار کے کھنڈرون کی تحقیق و انکشاف کیلئے بایا اگرچہ یہ بہت دشوار کام تھا لیکن فوائد بھی بہت خوشگوار حاصل ہوے
یہ دیوار اس بیابان مین واقع ہے جہان قصبۂ انھسی کی سرحد سے مشرق کی جانب تمام ترسنگریزے پھیلے ہوئے ہین صرف بعض مقامات پر جنگل کے ٹکڑے اور ریت کے تودے نظر آجاتے ہین -
چونکہ تونہانگ کے حاکم اور تمام صاحب منصب لوگ ان کھنڈرون سے کوئی واقفیت نہین رکھتے تھے اسلئے میرے کامون سے خوش اور

امداد کیلئے موجود تھے لیکن عوام کے تعصب سے کسی راہنما نے ہماری رفاقت
نہ کی لہذا بعض ایسے مقامات پر جہان کہ چند میل تک یہ دیوار بالکل
مٹ گئی تھی اور بعض جگہ زمین کے نیچے نامعلوم طور پر واقع تھی
مجھکو دیوار کا نشان پیدا کرنا ضروری ہوا۔ سب اسسے زیادہ خرابی یہ
تھی کہ زمین کھودنے کے لئے اچھے مزدور نہ ملے جو لوگ کہ صرف حاکم
تونہانگ کے خوف سے اس ہولناک بیابان مین ہمارے ساتھ آئے
تھے اگرچہ مین اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا پھر بھی ہمیشہ
یہ خوف رہتا تھا کہ مین وہ لوگ بھاگ نہ جائین یا نیند اور خمار کیحالت
مین (جیسا کہ افیونیون کا قاعدہ ہے) بیابان مین کھو نہ جائین۔ خلاصہ
یہ کہ پہلے شمالی سبزہزار کی طرف گیا پھر تونہانگ کے مغربی بیابان
کی راہ سے پرانی دیوار تک پہونچا۔ دو ماہ کی مدت مین انتہائی مغربی
سفر کی انتہا تک ایک سو پچاس میل دیوار کا نشان دیکھا۔ ایشیائے قدیم
کے لئے بڑی فوجی چھاؤنیون کی تفتیش کی جو دیوار کے قریب واقع
تھین۔ میرے سب سے بہتر رہنما وہی بڑے برج تھے جو ایک دوسرے
سے دو یا تین میل کے فاصلہ پر واقع تھے۔ اُن برجون کے قریب ہمیشہ
مجھے سپاہیون کے رہنے کے چھوٹے چھوٹے مکان نظر آتے رہے چینی
زبان کی تختیون سے جو مجھے ہر کھنڈر مین ملی تھین اور جنھین مین نے

اپنے محرر چیانگ سو یہ کی امداد سے پڑھا تھا معلوم ہوا کہ یہ سرحدی خط ولادت مسیح سے ۲۰۰ سال قبل موجود تھا اور وتی کے زمانہ سلطنت مین حکومت چین کے حدود وسط ایشیا تک پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔ جن خطوط مین تاریخ تحریر تھی ان سے معلوم ہوا کہ سو برس قبل مسیح سے ڈیڑھ سو برس بعد مسیح تک اس سرحد پر محافظ سپاہی مقرر تھے۔ دریاے سولو ہو کے جنوبی ملک کی حفاظت اس دیوار کی بنا کا مقصد اصلی تھی۔ کیونکہ وہ ملک چینی افواج و حکام سیاسی کے قیام و گزرگاہ کے لئے جو چین کی انتظامی طاقت کی توسیع اور مضبوطی کی غرض سے اراضی دریائے تارم پر بھیجے جاتے تھے بہت اہمیت رکھتا تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب انتظام اپنے شمالی دشمن یعنی ہیونگنو کے حملون کو دفع کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ اور ہُن جو ہیونگنو کی اولا مین تھے کئی صدی بعد تک دریاے ڈنیوب اور یو کے حدود تک تسلط و اقتدار رکھتے تھے۔ جس زمین پر یہ دیوار بنائی گئی ہے وہ اشیائے قدیمہ کی حفاظت و نگہداشت مین خصوصیت کامل رکھتی ہے۔ کیونکہ جو چیز سنگریزون یا خاک مین چھپ گئی وہ بالکل سالم رہ گئی تھی۔ چونکہ اس بیابان مین تقریباً دو ہزار برس سے چندان بارش نہین ہوئی اور وہ کھیتی کی گلی بلکہ تیز ہوا کے اثر سے بھی محفوظ رہا اسلئے جو چیزین

بھی مٹی کے نیچے سے ملین مثلاً لکھی ہوئی تختیان، ابریشم، لباس، اسباب، خانہ داری کا سامان، اور وہ سب چیزین جو علم آثار قدیمہ کیلئے مفید تھین بالکل سالم اور بے عیب باقی رہ گئی تھین۔ بعض اوقات فوجی چھاونیون کے کھنڈرون کے قریب تھوڑی ہی سی ریت ہٹا دینے کے بعد کوڑے کا ڈھیر دکھائی دیتا تھا اور اس مین سے لکھے ہوے تختے اُسی طرح ملتے تھے جسطرح اُن افسران ملکی نے قبل ولادت مسیح انھین باہر پھینکدیا تھا۔ باوجودیکہ دو ہزار برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا تھا اور یہ تختے سامان غیر مستقل (مثلاً گھانس، پرانے کپڑے وغیرہ) مین پڑے ہوئے تھے پھر بھی نئے معلوم ہوتے تھے۔ میرے ڈھونڈھے ہوے نوشتون کی تعداد دو ہزار تک پہونچ گئی جو زیادہ تر ملکی و فوجی نظم و نسق و حرکت و انتظام وغیرہ کے متعلق تھے۔ علاوہ ان سرکاری چیزون کے خانگی خطوط بھی ملے۔ جو عہدہ دارون کے عزیز و اقارب نے انھین بھیجے تھے۔ اِن نوشتون کے دیکھنے (جو ان تمام نوشتون مین سب سے زیادہ پرانے تھے جو اب تک چین و وسط ایشیا مین حاصل ہوے ہین) نیز ویران و کھنڈر مکانات کے ملاحظہ سے یہ اچھی طرح ظاہر ہوجاتا ہے کہ ان ویران حدود مین طرز زندگی کیا تھا۔ بعض خطوط ایرانی زبان مین بھی ملے جو اسکی دلیل تھے کہ مغربی ممالک سے حکومت چین تک اس راہ کے ذریعہ سے جو دیوار کے

سبب سے محفوظ تھی تجارت کیجاتی تھی اور یہ معلوم ہوا کہ یہ خطوط ایرانی یا مغربی ترکستان کے تاجرون کے ہین جو ریشمی کپڑون کے لئے چین مین آتے تھے۔

اگرچہ ایسے بیابان مین جہان کچھ پیدا نہین ہوتا ایسے دفاعی استحکامات بنانا بہت مشکل کام تھا لیکن چین کے قدیم انجینیرون کی مہارت اس سے اور زیادہ محسوس ہوتی ہے کہ وہ کسطرح ہر مشکل برداشت کرنے پر ثابت قدم رہے۔ بعض مقامات پر انھون نے اپنے اس مدافعانہ خط کو کھاری تالابون اور دریاؤن تک پہونچا دیا ہے اور اُن کو بمنزلہ سد کے قرار دیا ہے کیونکہ اُن تالابون کو عبور نہین کر سکتے تھے۔ دیوار بنانے کے لئے انھون نے جو بعض چیزین استعمال کی ہین اگرچہ بظاہر انکی کوئی اہمیت نہین معلوم ہوتی لیکن وہ اس کام کیلئے بہت مفید ثابت ہوئین۔ چنانچہ وہ ہزار سال کے بعد بھی اب تک باقی ہین۔ مثلاً نے کے گٹھے جو تالابون مین پیدا ہوتے ہین ایک دوسرے سے مضبوط باندھ کر دیوار کے گارے مین استعمال کئے گئے ہین مٹی اور پانی کی شوریت اور امتداد زمانہ کی وجہ سے دیوار مین قریبًا حالت حجریت پیدا ہوگئی ہے اور اب وہ تند و تیز ہواؤن کے سوا تمام قوتون کی دستبرد سے محفوظ ہے۔ اثنائے معائنہ مین مین نے کئی بار دیکھا کہ جہان دیوار

متوازی ہے (یعنی ہوا کے رخ پر اس کا طول واقع ہوا ہے) بالکل ٹھیک ہے اور جہان دیوار کا عرض ہوا کے رخ پر واقع ہوا ہے، وہان ریت سے ٹکرا ٹکرا کر بالکل ٹوٹ گئی ہے بالکل محو و نابود ہو گئی ہے۔ اس زمانہ مین ہوا شمال یا شمال و مشرق کے گوشہ سے بہت سختی اور تیزی کے ساتھ چلتی ہے اور ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ دو ہزار برس سے زیادہ عرصہ ہوا جب سے یہ دیوار اسیطرح تباہ و برباد پڑی ہے۔

اس سرحدی دیوار کا عرض ہر جگہ ۸ فیٹ ہے اور اسوقت بعض مقامات پر دس فیٹ سے زیادہ بلند ہے۔ انجنیرون کی قابلیت و مہارت اُن طلایہ کے برجون کو دیکھنے سے ظاہر ہوتی ہے جو باوجود اسباب و مزدورون کی قلت کے بنائے گئے ہین یہ برج اگرچہ کچی اینٹون کے بنے ہین لیکن مضبوط اور بلندی مین ۳۰ فیٹ بلکہ اس سے زیادہ ہین ایک چھوٹا قلعہ جو گویا یونان کے دروازہ کی علامت تھا اور جسکی تلاش مین چینی لوگ بیکار تجسس کر چکے ہین نظر آیا۔ اس قلعہ کی دیوارین مٹی سے مضبوط اور پندرہ فیٹ چوڑی ہین۔ ایک عمارت اور بھی ہے جو بہت شاندار مضبوط، اور پانسو فیٹ لمبی ہے جسکی دیوارین ۶ فیٹ چوڑی اور ۵ فیٹ بلند ہین۔ پہلے اسکے طول سے مجھے خیال ہوا کہ یہ کوئی مکان ہے لیکن اُن خطوط سے جن مین تاریخ درج تھی معلوم ہو گیا

کہ ولادت مسیح سے سو برس قبل یہ ایک بڑا اسلحہ خانہ تھا اور ان فوجون کے لئے استعمال ہوتا تھا جو وہان سے گزرتی تھین یا وہان مقیم تھین۔

ان چند ماہ کے معلومات اور تجربون کی تفصیل جو چین کی قدیم سرحدی دیوار کے قریب نہایت خوشی سے گزرے بہت زیادہ ہے۔ اور یہان بہت مختصر درج کیگئی ہے۔ اُس زمانہ مین جبکہ غروب آفتاب سے قبل برج کے سامنے والے کھنڈرون مین کھڑے ہوکر اُن برجون کیطرف دیکھتا تھا جو آفتاب کی کرنون سے منور تھے اور دس میل سے زیادہ فاصلہ کے نظر آتے تو فقط گزشتہ دو ہزار سال ناچیز ہی نہین معلوم ہوتے تھے بلکہ مین یہ گمان کرتا تھا کہ اسوقت بھی اُن برجون مین سپاہی موجود ہین اور سبزہ زار کا تماشا دیکھ رہے ہین۔ برجون کے علاوہ اور چیزین بھی سورج کی کرنون سے صاف و شفاف نظر آتی تھین۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک عجیب غریب خط مستقیم اُس دیوار کے پہلو مین ۲۰ فیٹ تک کھچا ہوا نظر آیا لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ایک پگڈنڈی راستہ کا نشان ہے جو سپاہیون وغیرہ کے آمد و رفت کی وجہ سے اُس ریگستان مین پیدا ہوگئی تھی اس سر زمین مین پاؤن کے نشان مدت تک باقی رہتے ہین چنانچہ ہمارے پاؤن کے وہ نشان جو دو ماہ پیشتر کے تھے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا ہم ابھی گزرے ہین۔

اس جنگل کی تیز اور سرد ہوا کی بدولت ہم بہت تکلیف میں تھے باوجودیکہ ہمارے اوورکوٹ بہت دبیز تھے پھر بھی وہ ٹھنڈی ہوائین جو ماہ اپریل تک چلتی رہین بہت موثر اور تکلیف دہ تھین۔ شروع اپریل مین ہوا حالت انجماد سے ۲۹ درجہ زیادہ سرد تھی لیکن ختم اپریل سے پہلے گرمی اور آفتاب کی حرارت بہت تیز ہوگئی۔ جب ہوا بند ہو جاتی تھی اسوقت مچھر دون وغیرہ کا غول (ہمین اور اُن جانورون کو تکلیف دینے کے لئے جو پانی کی وجہ سے وہان ٹھہر جاتے تھے) کمرون سے نکل پڑتا تھا۔ وحشی اونٹ بھی اُن مچھرون سے ڈرتے تھے چنانچہ ہم نے دیکھا کہ وہ چراگاہ سے دور بے درخت ریگستان مین سویا کرتے تھے۔

کھاری پانی کی وجہ سے بھی ہم سخت تکلیف مین تھے۔ یہان تک کہ کمرون کے اندرونی چشمون مین بھی میٹھا پانی نہین ملتا تھا۔ جب نصف ماہ مئی مین ہمارے کام اُن حدود مین تمام ہو گئے تو ہم بہت مصروفیت کے ساتھ سبزہ زار تونہوانگ کی طرف اہم کام کیلئے چلے۔ اس سے پہلے ۱۹۰۲ء مین میرے دوست پروفیسر ولوکزی نے مجھے بودہ کے تبرک غار دیکھنے کا شوق دلایا تھا جنھین وہ ۱۸۷۹ء مین دیکھ چکے تھے۔ یہ غار بودہ کے ہزار محلون کے نام سے مشہور اور سبزہ زار کے جنوب مشرق مین واقع ہین۔ ۱۲ مارچ ۱۹۰۷ء (مطابق ۱۳۲۵ ہجری) مین جسوقت

کہ مین تو ہانگ مین پہونچا اور بعجلت اِن غارون کو دیکھا تو سب چیزین امید کے موافق پائین۔ لیکن چونکہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے ٹھہر نہ سکا اسلئے اب اُن پر از صنعت خزانون کو دیکھنے اور بغور معائنہ کرنے کیلئے پلٹا۔ وہان کئی سو چھوٹے بڑے غار نظر آئے جنھون نے بے ترتیب قطارون کے ساتھ دامن کوہ کو چھلنی کر رکھا تھا۔ جسوقت مین نے تفتیش شروع کی تو دیکھا کہ اُن غارون کی پختہ دیوارون پر بہت سی مہیب تصویرین بنی ہوئی ہین۔ یہ تصویرین اپنی وضع و ترکیب مین بودھ کی صنعت نقاشی سے بہت مشابہ تھین جو ہندوستان سے مشرقی ترکستان مین منتقل ہوئی تھی۔ ان کا پہچاننا مشکل نہ تھا کیونکہ بیابان ختن کے کھنڈرون مین ایسی بہت تصویرین مین دیکھ چکا تھا۔ کھدے ہوئے پتھر بھی اِن غارون مین بہت تھے۔ آثار قدیمہ سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ غار یہ طبقۂ تانگ کے زمانہ کی پرستش گاہین اور یادگارین ہین۔ اسی زمانہ مین آٹھوین صدی سے نوین صدی مسیحی تک بودھ مذہب نے چین مین اوج ترقی پر ارتقا پایا ہے اور تقریبًا دو صدی تک وہ حدود سلطنت دشمنون کے دستبرد سے امن مین رہی ہے یعنی شمال سے ترک اور جنوب سے اہل تبت کی۔ لیکن حکومت تنگون کے زمانہ مین انقلاب وقت کی وجہ سے ان بتخانون کی رونق مٹ گئی اور بیچاری مرد و عورت جو اُن

تبخانون کے مجاور تھے اُن کی تعداد بھی گھٹ گئی ہے لیکن تونہانگ مین بودھ کی تقویٰ و پرہیزگاری باوجود اس زمانہ کے انقلاب و انہدام کے اب بھی اُسی طرح باقی ہے۔ واقعی تونہانگ کے عام لوگ اپنے مخصوص تعصب کے ساتھ چین کے مخلوط مذاہب مین بودھ کی عبادت کے بعض طریقون کی اب تک پابندی کرتے ہین۔ یہ ظاہر تھا کہ ان تبخانون کی نقاشی و حجاری کے متعلق میری تحقیقات صرف ان کا عکس لینے اور نقشہ کھینچنے تک منحصر تھی۔

مین ۲۰۔ مئی ۱۹۰۷ء (مطابق ۱۳۲۵ ہجری) سے ایک عرصہ تک اُن تبخانون کے قریب خیمہ لگاکر مقیم رہا اس کا سبب یہ تھا کہ مین اپنے دل مین اس تبخانہ سے بہت اہم چیزین حاصل کرنے کے منصوبے باندھتا تھا۔ دو ماہ سے افواہاً سن رہا تھا کہ یہان قدیم تحریرون کا ایک دفینہ نکلا ہے۔ اسطرح پر کہ تادی نامی ایک پجاری اس تبخانہ کی مرمت کرانے مین اتفاقاً اس دفینہ تک پہونچ گیا چونکہ وہ نوشتے کمال احتیاط کے ساتھ اُس معبد مین محفوظ تھے اسلئے بغیر خاص واقفیت و تدبیر کے اُنھین حاصل نہین کرسکتے تھے۔ تادی نامی پجاری جو اُن نوشتون کا محافظ تھا وہ بڑا وہمی اور شکی آدمی تھا۔ چونکہ اپنی جہالت کیوجہ سے وہ واقف نہ تھا کہ میرے زیر حفاظت نوشتے کیا چیز ہین اسلئے اپنے

دیوتاؤن اور انسانون سے بھی بہت ڈرتا تھا۔ ابتدا مین اس کا رام کرنا ہمارے لئے بہت مشکل تھا۔

ہماری کشمکش اور اُسکے معقول و نامعقول اعتراضون کی تفصیل بعد کو لکھی جاوے گی۔ آخرکار محض غیبی امداد سے اس نے جرأت کرکے ہمارے لئے دروازہ کھولا جو یہ نوشتے ظاہر ہونے سے پہلے بند اور دیوار کی نقاشی مین نہان تھا۔ اس چھوٹے سے گھر کو دیکھکر میری آنکھیں خیرہ ہوگئین جبوقت اُس بجاری نے اپنا چراغ جلایا تو مین نے دیکھا کہ پرانے کاغذ ایک دوسرے پر رکھے ہوے ہین گویا ایک خرمن ہے جس کی بلندی ۵ فیٹ ہے اس تاریکی مین اُن نوشتون کو دیکھنا ممکن نہ تھا لیکن جبوقت اس بجاری نے اُن تحریرون کے چند بستے باہر لاکر ہمین دیکھ لینے کی اجازت دی اسوقت میرا شوق حد سے بڑھ گیا سب سے پہلا پلندہ جو مین نے دیکھا وہ بہت پرانا لیکن ابھی سالم تھا مین نے سمجھ لیا کہ یہ چینی زبان مین بودھ مذہب کی کتاب ہے اور وضع و ترتیب سے ظاہر تھا کہ بہت پرانی ہے۔ ان کاغذون کے اصلی تاریخ کی تحقیق (جن کے انبار کی بلندی دس گز تھی) مشکل تھی۔ لیکن جب مین نے ایک پلندے کو دیکھا تو کوئی شک نہ رہا کہ یہ تحریرین اس زمانہ کی ہین جب کہ ہندی خط اور علم سنسکرت کو پیروان بودھ مذہب نے وسط ایشیا مین

رواج دیا ہے۔

سب تحریرین اسی طرح اپنی پہلی حالت پر پائی گئین۔ کہان مین نمی کا کبھی اثر نہ پایا۔ واقعی ان کاغذون کے مانند اشیاء کی حفاظت کے لئے اس کمرہ سے بہتر کوئی جگہ نہین ہو سکتی کیونکہ یہ مکان پتھریلے پہاڑ مین غار کی طرح واقع ہے اور نمی سے محفوظ رکھنے کے لئے اُسے بہت مضبوط و مسدود کیا گیا ہے۔ جب ہم نے ایک بڑا بستہ کھولا اُسوقت مین بہت خوش ہوا۔ اس بستہ کا کپڑا سوتی اور بہت مضبوط تھا جسمین سے یہ چیزین برآمد ہوئین۔ بہت عمدہ سوتی اور ریشمی جھنڈیان اور سادے ریشمی کپڑے جو بطور نذر پیش کیے گئے تھے۔ نقاشی کیے ہوے انواع و اقسام کے کاغذ، ہر قسم کے جھنڈے اور جھنڈیون کے پردے، آہنی کڑیان لگے ہوے کپڑے، منقش ریشمی پرچے جو بطور پرچم کئے استعمال کئے جاتے تھے۔ اُن سب چیزون پر بودھ کی تصویرین ہندوستانی یا اور کسی وضع کی چینی سلیقہ کے ساتھ بنی ہوئی تھین۔ اپنے دیوتاؤن کی تصویرون کے نیچے پجاریون کی تصویرین اس زمانہ کے مخصوص عابدانہ لباس مین بنائی گئین۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نوشتے حاصل کئے جو بطور نذر وہان رکھے گئے تھے اور انکی تاریخ تحریر نوین اور دسوین صدی مسیحی تھی چونکہ یہ نقاشیان بہت باریک

اور نازک ریشمی کپڑون پر کرکے انھین بہت سخت لپیٹا گیا تھا اسلئے اِن کپڑون کی تھین کھولنا بہت مشکل تھا جو پانچ چھ فیٹ لمبے تھے ۔کیونکہ جہان پر شکنین پڑگئی تھین وہان سے پھٹ جانے کا بہت احتمال تھا جس سے مین ڈرتا تھا ۔

خوش قسمتی سے مین نے دیکھا کہ وہ بچارہ اِن نفیس اور عہد تانگ کی یادگار چیزون کی کوئی قدر نہین کرتا ۔ مین نے موقع پاکر بہترین تصویرین الگ رکھ لین کہ فرصت مین بغور دیکھونگا ۔ اسکے بعد بھی اُسنے بہت بے پروائی کے ساتھ دوسرا بستہ ہمین دیدیا گویا کہ وہ بیکار چیزین ہین اور کسی مصرف کی نہین ۔ اسکی یہ بے پروائی میرے اطمینان کامل کا باعث ہوگئی ۔ پہلے بستہ سے مین نے پرانے نوشتون کی بڑی تعداد ڈھونڈھ نکالی جو ہندوستان کی ایک قدیم زبان مین لکھے ہوئے تھے ۔ پہلے روز صبح سے رات تک مین اور چیانگ سو یہ برابر محنت کرتے اور ہندی کے متفرق اوراق کو جمع کرتے رہے ۔ یہ اوراق چینی اور تبتی زبان کے نوشتون مین (اور وسطِ ایشیا کی زبان مین لکھی ہوئی چینی مذہب کی ترجمہ اور تفسیر کی کتابون مین) مخلوط تھے ۔ روزانہ تفتیش اور ان دلچسپ چیزون کی تفصیل جو اُس کاوش سے حاصل ہوئین یہان نہین لکھ سکتا ۔

خصوصًا وہ بستے بہت دلچسپ تھے جو کتابون، منقش کپڑون، اور انواع و اقسام کے کاغذون سے بھرے ہوے تھے۔ اس کتبخانہ مین جو سیکڑون برس تک پوشیدہ رہا تھا صرف جنوبی سمت ہی سے نوشتے جمع نہین کئے گئے تھے بلکہ دوسرے مقامات کے بھی تھے اسلئے جب ترکی اور ایغور زبان کے نوشتے بعض بستون سے برآمد ہوے تو مجھے کوئی تعجب نہوا۔ کیونکہ بودھ مذہب مملکت ایغور مین بہت زیادہ رائج تھا۔ کوک ترکی اور شام کی مخصوص تحریرین بھی جسے مانی کے پیرو استعمال کرتے تھے خطوط ملے۔

چینی زبان کے مختلف نوشتون مثلاً خطوط و دفاتر وغیرہ سے صرف علمائے ہند و مذہب کی نظم و ترتیب جو ان مقامات پر نوین سے دسوین صدی عیسوی تک جاری تھی ظاہر نہوئی بلکہ ان نوشتون سے جنمین تاریخ درج تھی مجھے یقین ہوگیا کہ وہ کاغذات سنہ ۱۰۰۰ مسیحی (مطابق سنہ ۳۹۰ھ) کے کچھ زمانہ بعد ہی اُس مکان مین رکھے گئے ہین۔ یہ سمجھ مین آیا ہے کہ دشمنون کے حملون کے خوف سے یہ نوشتے چھپا دیے گئے تھے لیکن مدتون تک وہ چھوٹا سا مضبوط غار ذخیرہ خانہ رہا ہے۔ جو چیز استعمال کے بعد متبرک خیال کیجاتی اور پھر اسکی ضرورت نہوتی تو وہ اس غار مین جمع کردی جاتی تھی۔ اُس سے ایک سال کے بعد جب آن چینی

نوشتون کو دیکھا تو بعض نوشتے ایسے ملے جن کی تاریخ تحریر چوتھی صدی مسیحی تک پہونچتی ہے - چند روز ان بستون کی تفتیش اور بستون سے مفید چیزین مثلاً نوشتے، مخصوص نقاشیان ہااور تمام چیزین حاصل کرنے مین محنت اٹھانے کے بعد پھر اُن بستون کی طرف متوجہ ہوا جو چینی مکتوبات سے پُراور دیوار کی طرح ایک دوسرے پر جمع تھے - اگرچہ یہ کام بہت مشکل تھا لیکن آخر کار سب بستون کے نیچے سے چند گٹھریان ریشمی کپڑدن اور بیش قیمت تصویرون سے معمور ڈھونڈھ نکالین جس سے ہماری تمام زحمتون کی تلافی ہوگئی۔

دوران تفتیش مین بعض خطوط وسط ایشیا کی برہمنی زبان مین بھی ڈھونڈھے جو چینی نوشتون مین مخلوط ہو گئے تھے - تلافی کے طور پر بتخانہ کے لئے معقول ہدیہ دینے کے متعلق مین نے جلد فیصلہ نہ کیا بلکہ عمداً اُس پجاری کے ساتھ اپنی گفتگو مین طول دیتا رہا اسلئے کہ اس عرصہ مین شاید وہ میرے مقصد کیطرف مائل ہو جائے - جب اس پجاری نے میری یہ خوش سلوکی دیکھی کہ مین بتخانہ کو چند چاندی کے سکے یا گھوڑے کے نعل نذر کرنا چاہتا ہون اور اُس نے خود آبادی کی طرف جاکر اندازہ کیا کہ اس کا وہ روحانی اقتدار جو عوام کی نظر مین تھا اُسمین کمی نہین آئی تو اسنے کچھ یقین ہوا کہ مین کسی اچھے کام مین مشغول ہون اور بود وکے

باقی ماندہ علم و صنعت کو اہل مغرب کے مطالعہ کے لئے جمع کرتا ہون اور اُسنے
اچھی طرح سمجھ لیا کہ یہ چیزین عدم احتیاط کی وجہ سے جلد یا بہ دیر ضایع
ہو جائینگی۔ لیکن مجھے کامل اطمینان اسوقت ہوا جب وہ خزانۃ المعنی
۲۴ صندوق پرانی تحریرون کے اور پانچ صندوق تصاویر اور کلابتو کے
سیے ہوے کپڑون کے جو اُس غار سے حاصل ہوئے تھے بالکل صحیح
و سلامت لندن پہونچ گئے۔ غرض یہ کہ اس کام مین ہم نے بہت زیادہ
محنت اٹھائی تھی نصف ماہ جون کو اِن کامون سے دست بردار ہو کر
بہت مسرت کے ساتھ اُس گرم بیابان مین جغرافی معلومات کے لئے
مغرب اور وسط نانشان کی طرف روانہ ہوا۔ جو چیزین حاصل کر چکا تھا
اُنھین قلعۂ یامین مین جو انھسی مین واقع ہے سپرد کر کے پہلے سلسلہ
کوہستان جنوبی کی طرف جو برف اور آبشارون سے پر اور سو لوہو
و دریائے تونہانگ کے مابین واقع ہے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ مین
قریۂ چیاوتزو کے قریب چند کھنڈر دیکھے جو پہاڑون کے دو سلسلون
کے درمیان مین واقع ہین۔ اُن آثار قدیمہ سے جو ہمین حاصل ہوے
تھے اور اُس دیوار کی حالت جو سخت ہواؤن سے متاثر تھی اچھی طرح
ثابت ہو گیا کہ وہ محصور قریہ بارھوین تیرھوین صدی مسیحی مین آباد
اور جائے سکونت تھا۔ باوجودیکہ دیوارین مستحکم نہ تھین پھر بھی جس جگہ پہ...

سے ٹکراتی رہی ہین بالکل مٹ کر نابود ہو گئی ہین۔ لیکن شمال وجنوب کی طرف کی دیوارین جن کا طول ہوا کے رخ پر واقع ہوا ہے بالکل سالم بچ گئی ہین۔

غرضکہ برفستانی کوہستان کے سلسلہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد جونانشان کی بلند زمین کے متصل مغرب کی طرف واقع ہے وہان سے نیچے اُتر کر چانگما کے چھوٹے سبزہ زار کیطرف گیا اُسکے بعد دریا کو عبور کرکے کوہستانی راہ سے جو بالکل بے آب اور اُسوقت تک غیر معروف تھی بڑی دیوار کے اُس دروازہ کیطرف جو اب تک موجود ہے روانہ ہوا۔ یہ دروازہ بہت مشہور اور چیا یوکوان کے نام سے موسوم ہے۔ اس مشہور دیوار کی تعمیر بہ نسبت اس دیوار کے جو بیابان تونہاتگ مین معلوم کی تھی بہت جدید ہے۔ یہ دیوار اس سبب سے بنائی گئی ہے کہ حکومت چین جسوقت اپنے ہمسایون سے قطع تعلق کرنا چاہیئے (جیسا کہ ہمیشہ سے اسکی عادت رہی ہے) تو وسط ایشیا کی بڑی راہ کو اس دیوار کے ذریعہ سے مسدود کر سکے۔

جب ختم جولائی سے پہلے سوچا سے وسط نانشان کی طرف روانہ ہونا چاہا تو مجھے بہت زحمت ہوئی۔ چین کے لوگ جو سبزہ زار کا نسو مین رہتے ہین وہ اُس کوہستان

سے بہت ڈرتے ہین اور اس جانب کے پہاڑی سلسلون کو اُنھون نے کبھی نہین دیکھا ہے۔ سوچا کے حاکم نے جو خیر خواہ آدمی تھا چند لوگون کو ہماری ہمراہی کے لئے مجبور کیا۔ اور وہ سب آدمی اور گھوڑے جن کی مین نے اجرت ادا کی تھی صرف اِس امید پر ہمارے ساتھ ہو گئے کہ ہمین جلد واپسی پر مجبور کر سکینگے اس مسطح وادی تک جو کوہستان ریچیتوفین اور تولائی شان کے درمیان واقع ہے ہمین رہنما مل گیا۔ اس وادی مین جو تیرہ ہزار فیٹ بلند ہے۔ مین نے بعض سونے کا نین دیکھین جن مین اطراف ہسینگ کے بہادر آدمی کام کر رہے تھے اُس وادی سے روانہ ہونے کے بعد کوئی انسان ہمین نظر نہ آیا یہان تک کہ آخر ماہ مین منگولیا کے چند باشندے کانجو کی جنوبی دیوارون مین مویشی چراتے ہوے ملے۔ وہان کی بہترین چراگاہین ہمارے تھکے ہوے جانورون کے لئے نعمت عظیم تھین جنھون نے ہمین زیادہ نقصان سے بچالیا یہ چراگاہین گیارہ ہزار فیٹ سے تیرہ ہزار فیٹ تک بلند تھین چونکہ اِن چار سلسلۂ کوہ کے مقابل جن مین کہ نن شان واقع ہے کوئی چیز حائل نہ تھی اور ان کے بیچ مین بہت وسیع اور کشادہ وادیان تھین اسلئے جغرافی ملاحظون مین بہت آسانی ہوئی اور پھر مجھے رہنما

کی چندان ضرورت نہ رہی۔ ہماری فطرتی تکلیفون مین جو ایسے وحشت انگیز مقامات کا خاصہ ہے (چینی مزدورون کی کمزوری کی وجہ سے یا بالفاظ دیگران کے تحمل مین مشاق نہونے کی وجہ سے) بہت اضافہ ہوگیا۔ وہ اِن کوہستانون کو خطرون سے معمور سمجھتے تھے اگرچہ انھین چاہیے تھا کہ وہ عقل کے اُس حصہ سے کام لیتے جو افیون کمانے کے بعد ان کے لئے بچ گیا ہے اور کسی قسم کے خوف وخطر کی پروا نہ کرتے برعکس اس کے قیاسی یا واقعی خطرون سے بچنے کی وہ بہت تدبیرین کرتے تھے اور بار بار انکی یہ کوشش تھی کہ وہ کسی طرح بھاگ جائین اور ہمین حمل ونقل کیلئے حیران وپریشان چھوڑ دین۔ لیکن ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہماری تدبیرون مین خلل آنے سے پہلے وہ اس خیال سے باز آگئے۔

خلاصہ یہ کہ روانہ ہونے کے بعد چار سو میل سے زیادہ راہ طے کرکے ہم نے ماہ اگست مین شمالی نانشان کے کوہستان کی تینون قطارون کا معائنہ کرلیا جو ۱۸ ہزار سے ۱۹ ہزار فیٹ تک بلند اور برف سے ڈھکی ہوئی تھین۔ اس مہیب اور برفستانی پہاڑون کے سلسلہ کو (جو سولو ہو کے پانی کو خارہ نور د کو کو نور نامی آبشارون سے تقسیم کرتا ہے) شمالی جانب سے معائنہ کرکے معلوم کیا کہ اسکی چوٹیان شمالی کوہستان کی چوٹیون سے بہت زیادہ بلند ہین۔

بلند زمینون کے بعد جہان کہ ہر جگہ تالاب ہین منبع دریاے تاتانگ کیطرف روانہ ہوا جس کا پانی ہونگھو کے پانی مین ملجاتا ہے۔ اور وہین دریاے چین کا آبشار بھی دیکھا۔ وہان سے پھر دریاے کانچلو کی بالائی وادی پر پہونچکر کوہستان ریچتو مین سے گزرا۔ رام سنگہ کے پاس پیمایش کا آلہ تھا اُس آلہ کے ذریعہ سے مین نے قریباً انھسی اور کانچو کے درمیان تمام زمینین معائنہ کین جن کا رقبہ ۲۴۰۰۰ مربع میل تھا۔ شروع ستمبر مین کانچو سے طولانی سفر کیلئے روانہ ہوا یہ قصد تھا کہ دوبارہ دریاے تارم کی زمین پر لیٹ کر جاڑونکی ایک فصل پھر وہان کی تحقیقات مین صرف کرون۔ اس سفر مین بعض علمی و عملی ملاحظات کی وجہ سے مجبور ہوا کہ ہامی و ترفان کی راہ سے قافلون کی اس بڑی گزرگاہ پر پہونچکر سفر کرون جو ساتوین صدی مسیحی مین لوپنور کی قدیم راہ کے بجاے استعمال ہوتی تھی۔ راے رام سنگہ جس نے نان شان مین بہت نمایان خدمتین کی تھین۔ ہندوستان کی واپسی کیلئے مجھ سے جدا ہوا کیونکہ اُسکی صحت اتنی بہتر نہ تھی جو وہ جاڑون کی ایک اور فصل کی زحمتین اُٹھا سکتا۔ راے لال سنگہ نے اسکی جگہ لی اس آدمی نے بہت تکلیفون کے موقعون پر اپنی جغرافی قابلیت اور فوق العادت ہمت سے کام لیا۔ کیونکہ اس سے قبل کبھی مرتبہ ایسے قافلون کے ساتھ مین سے مشرقی چین تک جاکر امتحان مین پورا

اُترا تھا۔ اس طولانی سفر کی پوری تشریح یہان نہین کرسکتا جو اغاز اکتوبر ۱۹۰۶ء (مطابق ۱۳۲۵ھ) سے شروع ہوا۔ انھسی سے قرہ شہر تک (جوار اصغی دریاے تارم کے شمال و مشرق مین واقع ہے) قریبًا نو سو میل کی مسافت مین نے دو ماہ مین طے کی۔ تا ئین شان اور یا ئین شان کے ما بین اس پتھریلے ویران بیابان مین جو آبادی و سبزہ زار نظر آئے وہ ہامی و ترفان ہین اس مقام پر باوجودیکہ بعض آثار قدیمہ کے تحقیقات و ملاحظات ممکن نہ تھے پھر بھی کانون کے کھنڈرون کا کچھ حصہ مین نے دیکھا اس سے جو کچھ فائدہ حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ صوبۂ تائین شان اور اسکے اطراف کے ملاحظہ کیلئے اچھا موقع ہاتھ آگیا۔ آغاز ماہ دسمبر مین جسوقت ہم قرہ شہر مین پہونچے فورًا زمین کھودنے اور تفتیش کرنے مین مصروف ہوگئے۔ بتخانہ ہائے بودھ کے کھنڈرون مین جو قرہ شہر سے ایک منزل کے فاصلہ پر مغربی جانب واقع ہے۔ ہم ایک انتظام اور مخصوص ترتیب کیساتھ زمین کھودنے لگے۔ یہ بتخانے اگرچہ بعض چھوٹے اور بعض بڑے ہین لیکن سب ایک خط پر اور ایک ہی وضع کے الگ الگ بنائے گئے ہین۔ اسلئے ہمارے مزدورون کے کام مین بہت سہولت ہوگئی۔ ان بتخانون کو وہان کے مسلمان "مین گوئی" یعنی ہزارخانہ کہتے ہین او یہ پہاڑ کے دامن مین واقع ہین۔

یہ ظاہر تھا کہ ان بتخانون کو فقط شدید بارش ہی نے نقصان نہین پہونچایا ہے بلکہ آگ لگجانے سے بھی انھین پورا نقصان پہونچا ہے۔ اور جب مین نے بعض سکے ایسے پائے جنکی تاریخ نوین صدی مسیحی تک پہونچتی تھی تو گمان ہوا کہ یہ آتش زدگی مسلمانون کے ابتدائے تاخت و تاراج کے زمانہ مین ہوئی ہوگی۔ باوجود ان سب خرابیون کے جو ہوا کی ناموافقت اور بت پرستی کے ساتھ تعصب کی وجہ سے وہان پیدا ہوئین پھر بھی ہمنے اشیائے قدیمہ بہت زیادہ حاصل کین۔ بڑے بتخانہ مین سے منقش گچ کے تختے بہت ملے جو دیوارون کی زینت کے لئے استعمال کئے گئے تھے۔ اور بعض بتخانون کے اطراف کے دالانون سے بھی ہم نے چند منقوش تختے ڈھونڈھے جو خاک کے نیچے آگ اور رطوبت سے محفوظ رہ گئے تھے۔ صیقل کی ہوئی منقش چیزون سے جو پہلے مطلا بھی تھین ظاہر ہوا کہ یہ بتخانہ بہت زیادہ آراستہ کیا گیا تھا۔ اِن تصویرون کی وضع سے معلوم ہوا کہ بودھ و یونان کی صنعت نقاشی شمالی و مغربی ہند کی انتہا سے یہان پہونچی ہے۔ پندرہ دن کا زمانہ جو مین نے مین گوئی مین بسر کیا اس عرصہ مین سردی کی شدت سے ہمنے بہت زحمت اٹھائی۔ کیونکہ ہوا حالت انجماد سے بھی ۴۲ درجہ زیادہ سرد تھی۔ سب سے بدتر بہت سرد کہر تھی جو نہر بگزاش سے اٹھکر ہر طرف چھا گئی تھی کئی روز تک یہی حال رہا۔ جب وہان ہمارے

سب کام ختم ہوگئے تو ہم عید مسیحی (کرسمس) کے قریب وہان سے کوہستان خوو
کیطرف گئے اور ہم لوگ وہان کسی قدر آسودہ ہوئے۔ یہ کوہستان بھی اگرچہ
سرد ہے لیکن دھوپ خوب رہتی ہے۔ وہان کم سخن گڈریون نے زحمت
اٹھاکر ہمین جو اطلاعات بہم پہونچائین اُن کے ذریعہ سے ہم نے بودھ کے
زمانہ کی بعض یادگارین معلوم کرین جنھین اسوقت تک کسی نے نہ دیکھا تھا
یہ بتخانے گو چھوٹے تھے لیکن بہت آراستہ اور باوجودیکہ ہرطرف آبادی سے
بہت دور واقع ہوئے تھے لیکن پھر بھی بت شکنون کے حملون سے محفوظ
نہین رہے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ۱۹۰۸ء کے ابتدائی دن مین اُس ریگستان
کی شمالی و مشرقی انتہا پر کورلہ مین ہم پہونچ گئے اور بہت خوش ہوے کہ دوبارہ
پھر اُس مقام پر مراجعت کی وہان سے دریاے انچک کیطرف جو جنوب کی
سمت مین واقع ہے روانہ ہوئے۔ مین نے اور لال سنگھ نے اس بیابان مین
جسے اب تک معائنہ نہ کیا تھا الگ الگ ایک ایک راہ اختیار کی لیکن یہ
دونون راہین سبزہ زار کوچر مین ملجاتی ہین جو کاروانی شاہراہ پر واقع ہے
کوچر مین وہان کے کھنڈر دیکھنے کیلئے ایک ہفتہ تک قیام کیا۔ ان کھنڈرون
مین پانچ سال پہلے جاپانی، جرمنی، اور روسی لوگ آثار قدیمہ کی تفتیش
کرچکے ہین آخر کار کچھ عرصہ قبل ایک فرانسیسی شخص پروفیسر پلیت اور
اسکے ہمراہیون نے ان کھنڈرون کو بالکل صاف کر ڈالا ہے۔ اسکے

بعد مین نے اِن حدود کا بعجلت معائنہ کیا اور آخر ماہ جنوری مین پھر اُس بیابان عظیم کیطرف روانہ ہوا سنہ ۱۹۰۶ء سطابق سنہ ۱۳۲۴ھ) مین جب سے ختن و کریا سے چلا تھا ہمیشہ پرانے کھنڈرون کی تلاش و استفسار مین مصروف رہتا تھا۔ اِن استفسارات کی وجہ سے معلوم ہوا کہ تکلا مین بعض مکانونکے کھنڈر ایسے ہین جنھین اسوقت تک کسی نے نہین دیکھا ہے اسلئے مجھے بہت شوق تھا کہ حتی الامکان موسم بہار سے پہلے وہان پہونچ جاؤن کیونکہ موسم بہار مین ہوا اور گرمی کے طوفان کیوجہ سے وہان کوئی کام کرنا ممکن نہین اس سے قبل ہمسے کہا گیا تھا کہ شہیار مین راہبر ملجائیگا لیکن جب ہم وہان پہونچے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر بالکل غلط تھی بلکہ کوئی شکاری بھی دریائے کریا سے اسطرف نہین پہونچا ہی۔ اسوقت بھی مجھے معلوم ہوا کہ ابھی بہت اور زیادہ زحمتین پیش آئین گی۔

اس خیال سے کہ دریائے کریا ایک مخصوص مقام تک پہونچتا ہی اور وہانتک پہونچنے کیلئے اگر ڈیڑھ سو میل کی مسافت ریت کے ٹیلون پر طے کیجائے تو ہمین امید تھی کہ ہم پانی تک پہونچ جائینگے۔ اور مین تجربہ کیوجہ یہ سمجھتا تھا کہ اس ریگستان کو عبور کرنے کے لئے جہان قطب نما کے سوا کوئی رہنما بھی نہین کس قدر مشکلین پیش آئینگی۔ بہرحال ۲۹۔ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء (مطابق سنہ ۱۳۲۴ھ) کو گلہ بان کے آخری مکان سے جو تارم کے قریب تھا

روانہ ہوا۔ باشندگانِ شہیار سے ۸ نفر مزدور کنواں کھودنے کیلئے اور ۴۵ دن کی اجناس خوراک جو ۲۰ نفراہلِ قافلہ کیلئے کافی ہون ہمراہ لین۔ پندرہ اونٹ جو ہمارے ساتھ تھے ان پر صرف یخ (برف) بار کی تھی باوجودیکہ ہر شخص کو پیدل چلنا ضروری تھا پھر بھی مین نے مجبوراً چار ٹٹو لیلیے کہ مجھے اور میرے ہمنشیون کو دریا عبور کرتے وقت تکلیف نہو۔

آٹھ روز ریت کے ٹیلون پر سفر کرنیکے بعد جنمین سے بعض سو فیٹ بلند تھے ہم ایک خشک دلدل کے شمالی کنارے پر پہونچے۔ یہ خشک دلدل دریاے سو یا کی وجہ سے بن گئی تھی اور دریا کے کنارون کیطرح خشک نظر آتی تھی۔ بعض مقامات پر نصف ریت کے نیچے اور بعض جگہ بالکل جنگلون کے جھنڈ مین پوشیدہ ہوجاتی تھی۔ یہان ہماری زحمتین حد سے بڑھگئین کیونکہ ہماری حالت اُس شخص کے مشابہ تھی جو دریا سے گزر کر بے پایان دلدل مین پھنسا ہوا اور بے راہ نما کے حیران ہو۔

بہرحال ہماری نجات اُس خشک دریا کا کنارہ ڈھونڈھنے پر منحصر تھی کیونکہ ہمین امید تھی کہ ہم اسکی ریت کے نیچے سے پانی حاصل کرسکینگے ہمنے ریت کے ٹیلون سے گزر کر اُس خشک دلدل مین زمین کھود کر کسی قدر پانی حاصل کیا۔ ہمین امید تھی کہ ہماری قسمت مددگار اور نصیبب سازگار رہے یہان سے ہم آسانی کے ساتھ آگے جاسکینگے لیکن

تھوڑی دیر کے بعد یہ امید یاس و حرمان سے بدل گئی - جسقدر ہم آگے
بڑھے اسیقدر اُس خشک دریا کا کنارہ ڈھونڈھنے مین زیادہ کوشش کی
لیکن بہت کم پایا کیونکہ خشک جنگلون اور ریت کے تو دون مین ایسی
چھپ گئی تھی کہ اس کا کوئی نشان نظر نہین آتا تھا - مین نے اپنی تمام عمر
مین ایسی وحشت خیز زمین نہین دیکھی - کنوان کھودنے اور پانی حاصل کرنے
سے ہم بالکل نا امید ہو گئے - لال سنگہ، ابراہیم بیگ، اور جسونت سنگہ کے
سوا ہمارے تمام ہمراہیون نے ہمت ہار دی ان کے علاوہ حسن اخوند ساربان
نے بھی کمال مردانگی کے ساتھ کسی خوف کا اظہار نہ کیا - پانچ روز اسی
مصیبت مین گزرے اور اہل شہیار کی بیقراری بہت خوفناک ہو گئی وہ لوگ
بار بار بھاگ جانے کا قصد کرتے تھے لیکن اس بھاگنے کا نتیجہ موت کے سوا
اور کچھ نہوتا - چھٹے روز مین اور لال سنگہ جغرافی ملاحظہ مین مشغول ہونا
چاہتے تھے کہ تین سو فیٹ بلند ریت کے ٹیلے پر سے اس نا محدود بیابان
مین چند سفید خطوط بہت دور نظر آئے جب یہ مسافت طے کرنے کے بعد
وہان پہونچے تو معلوم ہوا کہ یہ سفید لکیرین شورہ زار کے نمک کے نہین ہین بلکہ
دریا کا پانی جم کر برف کے ٹکڑے بن گیا ہے - اسوقت مجھے جس قدر خوشی
ہوئی اسکا اندازہ نہین کیا جا سکتا ہمارے اونٹون نے دو ہفتہ سے اور
گھوڑون نے چار روز سے بالکل پانی نہین پیا تھا اور ہم لوگون مین سے بھی

ہر ایک کو روزانہ تقریباً ۲۴ تولہ پانی تقسیم ہوتا تھا۔ یہ غیر مستقل نہر اب ریگزارون کے درمیان مین ایک نئی گزرگاہ بنگئی ہے اور اس مقام سے بہت فاصلہ پر واقع ہے جہان سے مین چار سال پہلے گزرا تھا۔ چند دن کے بعد ایک سرسبز جنگل مین اس مقام پر پہونچگیا جہان نئی راہ قدیم گزرگاہ سے جدا ہوتی ہے۔ ایک دن آرام کرنے کے بعد مین پھر قرہ دانگ کے کھنڈرون کی تفتیش مین مشغول ہوگیا۔ چند صدی کے بعد نہر کا پانی اپنا رخ بدل کر پھر ان کھنڈرون کے قریب بہنے لگا ہے۔

سنہ ۱۹۰۱ء مین جب مین یہان آیا تھا تو ریت اور ہوا کے طوفان کیوجہ سے انکی پوری تفتیش نہ کرسکا تھا لیکن اب ہوا نے ریت کو ہٹا دیا ہے اور کھنڈر اچھی طرح ظاہر ہوگئے ہین۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ پہلی صدی مسیحی مین سرحدی فوج کی چھاؤنی کے علاوہ کسانون کی ایک آبادی بھی اس بیابان مین تھی۔ دریائے کریا کے قریب ختن کے چند لوگ جو خزانہ ڈھونڈھ رہے تھے رہنما کے طور پر ہمین مل گئے اور ہم اُن لوگون کے ساتھ اس بیابان کی طرف روانہ ہوئے جو سنہ زلد دوموکو مین واقع ہے۔ ختن کے لوگون نے اُس ریگستانی بیابان مین تجارتیا دہ کے چند کھنڈر ڈھونڈھ نکالے تھے جنھین مین نے پہلے سفر مین بند کیا تھا۔ اگرچہ اُن کھنڈرون مین جو ایک گانون کے قریب واقع ہین اور وہ گانون ساٹھ سال قبل تک آباد تھا،

کوئی چیز باقی نہین رہی تھی پھر بھی ہماری کوششین بے ثمر نہ رہین کیونکہ مین نے بعض مفید چیزین ڈھونڈھ نین مثلاً ہندی زبان کے نوشتے تصویرین زمانہ بودھ کے منقش تختے ۔ معلوم ہوا کہ یہ کھنڈر بھی آٹھوین صدی مسیحی سے ویران ہین ۔ مین نے مارچ اور اپریل کے مہینے اُس بیابان مین دوسو کو اور ختن کے کنارے بسر کئے ۔ ہمنے جو مکانات ملاحظہ کئے ان مین منجملہ ایک بڑا بتخانہ بھی تھا جس کی نقاشی بہت دقیق تھی اور وہ بالکل ریت مین چھپا ہوا تھا مگر ہماری تحقیقات کی وجہ سے دریاے یورنکاش و قرہ قاش کے درمیانی بیابان مین نظر آیا ۔ معلوم ہوا کہ یہ بتخانہ بھی تبخانہ راوک اسنوپا کی طرح جسے مین نے ۱۹۰۱ء مطابق ۱۳۱۹ھ مین دریافت کیا تھا ۔ حضرت عیسیٰؑ سے تھوڑے زمانہ بعد کا ہے ۔ اس کے بعد بیابان کی راہ سے ختن کے خشک دریا کے کنارے کنارے شمال کی طرف اکسو کا ارادہ کیا ۔ اثناے راہ مین ایک قلعہ کے کھنڈر دیکھے جو راہ کی حفاظت کیلئے بنایا گیا تھا ۔ یہ قلعہ اس بیابان مین کوہ مزتاغ کی چوٹی پر نہر ختن کے بائین جانب واقع ہے ۔ اگرچہ خود قلعہ آتشزدگی کی وجہ سے خراب ہوگیا تھا لیکن کوڑے کا ایک ڈھیر باقی تھا جسے وہان کے رہنے والون نے باہر پھینک دیا تھا ۔ تین روز تک برابر اس کوڑے کرکٹ مین تفتیش کر کے ہمنے کئی زبانون کے بہت زیادہ نوشتے حاصل کیے جو تختون اور کاغذون پر لکھے ہوے تھے

انکی تاریخ تحریر نوین صدی مسیحی سے قبل کی تھی ۔ غرضنکہ ہم شروع مئی مین زیادہ زحمتون کے بعد آکسو پہونچ گئے ۔ وہان رائے لال سنگھ کو جغرافی ملاحظات (کوہستان تائین شان کے اطراف سے کاشغر کے شمالی درون تک) کیلئے امداد کی ضرورت تھی ۔ ہم نے اپنے قدیم دوست پانتاچن کی مدد سے وہ سب چیزین فراہم کردین جنکی لال سنگھ کو ضرورت تھی ۔ اسکے بعد خود مین چند روز اس فرزانہ عالم اور یگانہ دوست کے ہمراہ گزرانے کیلئے وادی اوچ ترفان گیا ۔ ایک خوشنما سلسلۂ کوہ کی راہ کے بعد جو اسوقت تک معائنہ نہوا تھا کلپین کے غیر معروف سبزہ زار مین پہونچا ۔ اس کوہستان کی چوٹیان ۱۲۰۰۰ سے ۱۳۰۰۰ فیٹ تک کی بلندی تک پہونچتی ہین پھر بھی اُن پر زیادہ برف نہین ۔ اس تمام کوہستان مین پانی کی قلت کرغیزی گلربانون کی مصیبت کا باعث ہے جو ابتک وہان نظر آتے تھے ۔ باشندگان کلپین کی سفید اطلاعات کے ذریعہ سے کلپین کے خشک کوہستان اور دریاے کاشغر کی منتہا کے درمیانی وسیع بیابان مین ایک گانون کے کھنڈر دریافت کیے ۔ اگرچہ شدید ہواؤن کے اثر سے تحقیقات کیلئے کوئی جگہ باقی نہ رہی تھی پھر بھی ظاہر ہوگیا کہ اس نواح مین آٹھوین صدی مسیحی تک بہ کثرت گانون آباد تھے ۔ چنانچہ اُن نہرون کی علامتین اب تک نظر آتی ہین جو دریاے کاشغر کا پانی ان آبادیون تک پہونچاتی تھین اور چین کی اُس قدیم شاہراہ کا نشان بھی مین نے معلوم کرلیا جو

ان آبادیون سے کاشغر تک گئی ہے۔

غرض گرمی کی شدت اور کامون کی زیادتی کی وجہ سے ختن کی مراجعت ضروری ہوگئی چنانچہ دو ہفتہ کے تیز سفر اور شدید و تکلیف دہ ہواؤن کیوجہ سے ختن پہونچکر اُسی خانہ باغ مین جہان پہلے ٹھہرا تھا ۲ ہفتہ حاصل کی ہوئی چیزون کے باندھنے مین مصروف رہا۔ یہ کام بہت مشکل اور قابل توجہ تھا۔ کیونکہ نازکی کے علاوہ اُن چیزون کو ایک طولانی راہ (یعنی رہا نسے لندن تک) در پیش تھی۔ صندوق اور ڈبیان بنانے کے لئے جتنے وہان جو کام کیا وہ بہت قابل دید تھا اور شاید اس سبزہ زار مین ایسی صندوق تھیلہ سازی نہ دیکھی گئی ہوگی

اُسی زمانہ مین نایک رام سنگہ واپس آیا جسے مین نے بعض کامون کیلئے میران بھیجا تھا لیکن افسوس کہ اس طولانی سفر مین بیچارے کی آنکھین جاتی رہین۔ جب وہ مجھسے جدا ہوا ہے تو بالکل صحیح و سالم تھا اور کبھی یہ گمان نہوتا تھا کہ اُس پر ایسی افتاد پڑیگی۔ لیکن جب وہ اُن حدود مین انتہائی کوشش و مردانگی کے ساتھ اپنے فرائض مین مشغول تھا تو دفعتاً ایک مرض نے اُسے نابینا کردیا۔ میری اسوقت کی پریشانی اور کوششین جو مین نے اسے یارقند اور وہان سے ہندوستان بھیجنے کے لئے کین وہ ظاہر ہین اور انکے بیان کی ضرورت نہین۔ مین نے خود ہندوستان پہونچکر اس باوفا رفیق کی خبرگیری اور تلافی مافات مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا یہان تک

کہ حکومت ہند کیطرف سے اسکے اور اسکی اولاد کے لئے ایک معقول وظیفہ مقرر ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ آخر ماہ جولائی مین لال سنگھ ہم سے ملا چونکہ وہ اپنے آلہ پیمائش سمیت ہیتا ئین شان سے کاشغر کیا گیا تھا اسلئے اس بے پایان بیابان کے غرباتی حصہ کا معائنہ کر سکا جو کوہستان کونلون کے شمالی اور ختن کے مغرب مین واقع ہے اور وہان کا نقشہ بھی کھینچا۔ مین نے اگست کی پہلی تاریخ کو ۵۰ اونٹون مین اشیائے قدیمہ اور عکاسی کے شیشے بار کر کے روانہ کر دیے۔ درہ قرہ قرم مین ہمارے پہونچنے کے منتظر رہین اور مین لال سنگھ کے ہمراہ ایک طولانی سفر کے ارادہ سے دریائے یورنکاش کے منبع کیطرف روانہ ہوا اس سے پہلے کرنفوتاغ مین مین نے جو تجربے حاصل کئے تھے انکی وجہ سے مجھے یقین تھا کہ ان عمیق تنگناؤن سے جہان دریا کا پانی مغرب کیطرف بہتا ہی دریائے یورنکاش کے منبع تک پہونچنا ممکن ہے۔ اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ کوشش کر کے مشرق کی طرف چلین جہان سے وہ کوہستان تبت کی مرتفع زمین مین ملجاتا ہے۔

ہماری زحمت اسوقت سے شروع ہوئی جب ہمنے اس تنگنائی بلوبے سے اس بلند شمالی سطح کا ارادہ کیا جو ۱۵۰۰۰ فیٹ مرتفع اور کوہستان کونلون کے متصل واقع ہے۔ وہان کریا کے چند لوگ مل گئے جو کوہی

بکریون کا شکار کر رہے تھے اُن مین ایک شخص یاسا نامی تھا جو اگرچہ بہت
مکار لیکن تجربہ کار بھی تھا اس نے زیادہ اصرار کے بعد آخرکار ہمین وہ
راہ بتائی جو تنگناے یورنکاش کی انتہا تک پہونچتی ہے۔ اسکی ہدایت
کے مطابق ہم لوگ پہلے وادی زیلک مین پہونچے وہان دامن کوہ مین
سونے کی کانین بہت زیادہ کھدی ہوئی ملین گویا ان مین بہت عرصہ تک
کام کیا گیا ہے۔ پرانے زمانہ مین اس قسم کے کام بیگار سے لیئے جاتے تھے
لیکن اِس ناہموار تنگناے مین بنی نوع انسان کے بے قیاس ظلم و ستم
کیئے گئے ہین۔ اگرچہ زیلک کی کانون مین اسوقت کوئی نہ تھا کیونکہ موسم گرما
کے چند ماہ تک کوئی نہین جا سکتا پھر بھی کوشش کر کے اُن چند مزدورون
سے جو غالبًا بیگار کے طور پر اس وحشت خیز تنگناے مین کام کر رہے تھے۔
آٹھ خچر حاصل کیئے جنھین اگر وہ نہ دیتے تو ہمین اپنے مایحتاج کا سامان
بھی وہین چھوڑ دینا پڑتا۔ چند بلند درون کو عبور کر کے جو ۱۷۰۰۰ فیٹ سے
۱۸۰۰۰ فیٹ تک بلند تھے ہم ایک محدود تنگناے مین پہونچے اور آخرکار
۸ منزل راہ طے کر کے نہایت مشقت کے ساتھ اس برف زار مین پہونچے
جہان سے دریا کا بڑا حصہ نکلتا ہے۔ جس پگڈنڈی پر ہم چل رہے تھے
وہ یاک کے وحشیون کے آمدورفت سے بن گئی تھی اور بعض جگہ اس قدر
دشوار گزار تھی کہ قوی اونٹ بھی بار بار اسپر سے گزر نہ سکتے تھے۔ باوجودیکہ

گرمیوں کی فصل گزر گئی تھی پھر بھی اُن نہروں کے کناروں سے گزرنا بہت خطرناک تھا جو اس برف زار سے بہ رہی تھیں۔ ان سب زحمتوں کی پاداش میں وہ بلند مقامات مل گئے جو اثنائے راہ میں ۔۔۔ ۱۷۰۰۰ فیٹ تک بلند اور جغرافی ملاحظات کیلئے مفید تھے۔ غرضکہ اسطرح دریا کے منبع کی برف زار تک پہونچکر وہاں سے دریائے اوتکول کی متصل زمین پر جو بلند لیکن آسان گزار تھی مشرق کی طرف پلٹے۔ دریائے قرہ قاش کی بالائی وادی پر پہونچنے کے لئے ضروری تھا کہ مغربی سمت کے ٹیلوں سے اُس برفستانی سلسلہ پر راہ طے کریں اس خیال پر پہلے یلور لانکلا کی راہ سے اس بلند زمین پر گئے جو ۱۷۰۰۰ فیٹ بلند ہے وہیں ایک بڑا برف زار ہے جہاں سے دریائے کریا نکلتا ہے سو دریائے کریا تک پہونچنے میں اور کئی روز تک اُسکے بعد ناموافق ہوا نے ہمیں بہت تکلیف پہونچائی کیونکہ دوبارہ برف کا طوفان چاروں طرف چھا گیا اور رطوبت کیوجہ سے زمین جو پتھر کی طرح سخت تھی پھسلنے لگی اور دلدل کی سی حالت ہو گئی یہ حالت ہمارے جانوروں کیلئے بہت زیادہ تکلیف دہ تھی کیونکہ سردی وغیرہ کی تکلیفوں کے علاوہ جسے وہ برداشت کر رہے تھے خوراک بھی انھیں نہیں مل سکتی تھی۔ غرضکہ دریائے کریا کے منبع سے گزر کر مغربی سمت کی زمینوں پر جغرافی ملاحظات میں مشغول ہو گیا۔ ماورائے سرحد ہندوستان

کے جدید نقشے جو شخص ملاحظہ کرے وہ دیکھے گا کہ ان نقشون مین اس زمین کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے ۔ وہان مین نے برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑونکی چوٹیان اور وسیع، اودیان بکثرت دیکھین یہ چوٹیان اس بڑے کوہستان مین ملجاتی ہین جو منبع یدزنکاش کے پہلو مین واقع ہے ۔ نیز چھوٹی چھوٹی ندیان خشک اور دلدلین جن کا اکثر حصہ ۱۵۰۰۰ سے ۱۶۰۰۰ فیٹ تک بلند ہے بکثرت نظر آئین جو پانی کہ ان وادیون سے بہتا ہے وہ اُن دریاؤن تک نہین پہونچتا ۔ باوجودیکہ مین سخت خبرگیری و احتیاط رکھتا تھا پھر بھی گھاس اور چارہ نہ ملنے کی وجہ سے ہمارے جانورون کا تہائی حصہ تلف ہوگیا ہم پہلی دریا سے ایک منزل دور ہوگئے پھر بھی گھاس نظر نہ آئی بلکہ پانی کیلئے بھی ہمین ضروری تھا کہ ہم زمین کھود کر پانی حاصل کرین ۔ راستہ بھر ٹھنڈی ہوا چلتی رہی اور چونکہ آگ جلانے کیلئے کافی لکڑیان نہین ملتی تھین اسلئے دھنڈی راتین ہمارے اور ہمارے جانورون کیلئے دُکھین بھوک کی تکلیف کے علاوہ کوئی سایہ دار جگہ بھی ممکن نہ تھی) دبال جان تھین ۔ سب سے بری زمین ہم نے اسوقت دیکھی جب ایک کھاری دریا تک پہونچے ۔ اس دریا کے کنارے سے شمال ومغرب کیطرف چلکر ایک اور شورہ زار مین پہونچگئے جہان ہر طرف نمک سے بھرے ہوئے خشک حوض نظر آتے تھے ۔ اس مقام پر اس قدر سناٹا چھایا ہوا تھا جو گمان مین بھی نہین آسکتا ۔ وہان کوئی جاندار تو کیا پانون کا

نشان تک تھا۔ سب سے زیادہ رنجدہ واقعہ یہ ہوا کہ میرا بدبختی گھوڑا وہان مرگیا جب سے مین ترکستان کی سرزمین مین داخل ہوا اسوقت سے برابر اسی گھوڑے پر سوار ہوتا تھا۔ اسے سفر کی غلتیان خصوصًا تاکلماکان کے سفر مین پانی کی قلت بھی مجبور نکر سکتی تھی۔ ہمنے تین منزل تک یہ دشوارگزار راہ طے کرنے کے بعد اس قدیم راہ کا نشان ڈھونڈھ نکالا یہ چالیس برس قبل سے متروک ہے۔ مسلمانون کی آخری شورش کے ابتدا مین حاجی حبیب اللہ رئیس ختن نے کوشش کی تھی کہ اسی راہ سے ہندوستان اور لداخ تک برابر آمد و رفت جاری رہے۔ خلاصہ یہ کہ ہم ۸ ستمبر کو عصر کیوقت دریاے قرہ قاش کے مشرقی منبعونکی ایک وادی مین پہونچگئے۔ وہان قیام کے بعد کرغیزی اور یا کے کی جماعتونکے ساتھ دو دن بسر کئے مین جسوقت ختن مین تھا اسوقت ان لوگونکے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا کہ یہ لوگ یہان آکر ہمارے منتظر تھے۔ اب صرف یہ کام رہگیا تھا کہ حاجی حبیب اللہ کی اس راہ کا نشان اس مقام تک ڈھونڈھ نکالین جہان وہ راہ کوہلونکے سلسلہ سے گزرکر نغوراغ کیطرف جاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے پتھرونکا ایک خط جو ایک دوسرے پر چنے ہوے تھے وہانسے وادی تک چلاگیا تھا مین نے قرینہ سے سمجھا کہ غالبًا اُس سمت کا یہی راستہ ہوگا لیکن اُس وادی کے بالائی حصہ مین یخ اور برف کی زیادتی نے اُس راہ کو بالکل مٹادیا تھا۔ ہم جس مقام پر تھے اسکا پورا پورا تعین شمالی جانب سے قدیم نقشہ کی مطابقت مین ضروری تھا اور یہ تعین بے پہاڑ پر

چڑھے ہوئے ممکن نہ تھا اسلئے مین اور لال سنگہ ۲۲ ستمبر کو چند کرغیزی آدمیونکے ساتھ پہاڑ کی چوٹی کیطرف چلا۔ بہت نشیبی برف زار پرسے جو سب سے قریبی راہ معلوم ہوتی تھی ہم روانہ ہوئے۔ ہم نے کئی میل کی مسافت جہان ہر جگہ تڑکی ہوئی برف اور اُسپر نئی برف چھائی ہوئی تھی طے کر کے زحمت اُٹھاتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر پہونچے جو تقریبًا ۲۰ ہزار فیٹ بلند تھی۔ اگرچہ ہوا بہت ٹھنڈی تھی یعنی حالت انجماد سے ۱۶ درجہ زیادہ سرد تھی لیکن جغرافی ملاحظات اور نقشہ کشی کی وجہ سے جلد واپسی ممکن نہوئی۔ اگرچہ واپسی مین رات ہوجانیکے خوف سے ہم بالکل نہ ٹھہرے پھر بھی جب خیمہ گاہ تک پہونچے ہین تو رات کا بڑا حصہ گزر چکا تھا۔ منزل پر پہونچنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میرے پانونکی انگلیونکو پالا مار گیا ہے اگرچہ یہ بہت رنجدہ بات تھی پھر بھی خوش تھا کہ جغرافی کام ہماری خواہش کے مطابق انجام پا گئے۔

چونکہ مین جانتا تھا کہ اس حادثہ کا سخت اور فوری علاج ضروری ہے اسلئے ہر طرح اپنے کو وادی قرہ قاش تک پہونچانا لازمی تھا۔ وہان مین نے اپنا قافلہ دیکھا جو اشیائے قدیمہ لیکر سلامتی کے ساتھ درہ سنجو سے نکل آیا تھا۔ اس قافلہ کو مین نے لال سنگہ کے سپرد کیا جسنے تمام سفر مین بے انتہا غیرت اور ہمت ظاہر کی تھی اور وہ محنت و تکلیف سے اتنا بے پروا تھا کہ مین نے کوئی ہندوستانی ایسا نہین دیکھا۔ مجھے بہت

خوشی ہوئی کہ ان زحمتوں کے صلہ میں حکومت ہند کیطرف سے اُسے رائے بہادری کا خطاب ملگیا۔ اسکے بعد میں خود ملک لداخ کیطرف روانہ ہوا۔ باوجودیکہ ۱۸ ہزار فٹ اونچے درے قراقرم کی راہ میں تھے اور سارا برف زار بہت دشوار گزار تھا پھر بھی ہم حتی الامکان بہت عجلت کے ساتھ سفر کرتے رہے تو منزل راہ طے کرنے کے بعد پہلے قریہ لداخ میں پہونچے پھر چار دن کے بعد لیہ میں وارد ہوئے۔ وہان جناب شمت صاحب میرے پاؤن کے علاج میں مشغول ہو گئے۔ لیکن میرے سیدھے پاؤنکی تمام انگلیان کاٹ جانا ضرور تھا قریبًا ۳ ہفتہ تک وہان قیام کیا یہ زمانہ شمت صاحب اور انکے رفقا کی محبت سے میرے۔ لئے بہت اچھا گزرا۔ جب مین نے سمجھ لیا کہ اب مین کشمیر تک ۲ ہفتہ کے سفر کا متحمل ہو سکتا ہون تو فورًا روانہ ہو گیا۔ کشمیر مین بھی میرے دوست ڈاکٹر نیو نے یہ صلاح دی کہ مین ایک عرصہ تک آرام کرون آخر کار شروع دسمبر مین مین کچھ سفر کرنیکے قابل ہوا اور اسیوقت ہندوستان کیطرف چلدیا۔ بعض ضروری کام اور خصوصًا اس دلچسپی کیوجہ سے جو جناب لارڈ منٹو وائسرائے میرے کامونکے متعلق رکھتے تھے اور وہ التفات جو میرے ہندوستان مددگارونکے متعلق تھا انکی وجہ سے مین آخر دسمبر تک کلکتہ مین رہا۔ پھر وہانسے سفر کرکے آخر ماہ جنوری مین انگلستان پہونچگیا۔ اور الحمد للہ کہ میرے صندوق بھی جو تعداد مین سو اور اشیائے عتیقہ سے مالامال تھے صحیح وسالم لندن آگئے۔